

قام علم علوم و الخیرات

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ
مرقدہ

اپنے معاصر تذکرہ نگاروں کی نظر میں

ترتیب

سیّد نفیس الحسینی

ناشر

سیّد احمد شہید اکادمی

نفیس مکینل

۳/۱۷۷ کریم پارک ○ لاہور فون: ۷۷۲۸۱۹۰

اشاعت اول

ربیع الثانی

جون

۱۴۲۴ھ

۲۰۰۳ء

نام کتاب : قاسم العلوم والنخیرات

تالیف : سید نفیس الحسینی

مطبع : اولمپیا پریس لاہور

ناشر : سید احمد شہید اکادمی کریم پارک لاہور

قیمت :

فہرست

- ۱۔ تقریظ ۵
افضل حق قرشی
- ۲۔ حرفِ نفیس ۹
- ۳۔ قاسم العلوم والنخیرات ۱۲
از حضرت مولانا نسیم احمد فریدیؒ
- ۴۔ اقتباس انوار العارفین ۳۷
حافظ محمد حسین صاحب مراد آبادیؒ
- ۵۔ اقتباس الاعلام (نزعة الخواطر)
- ۴۳ حضرت مولانا عبدالحی والد ماجد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہما اللہ
- ۶۔ اقتباس حدائق الخفیہ ۴۸
حضرت مولانا فقیر محمد صاحب جہلمیؒ
- ۷۔ اقتباس سفینہٴ رحمانی ۵۳
حافظ عبد الرحمن صاحبؒ
- ۸۔ اقتباس تحفہ الابرار ۶۵
مرزا آفتاب بیگ صاحبؒ
- ۹۔ اقتباس انوار العاشقین ۶۷
حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب انیسٹھویؒ
- ۱۰۔ اقتباس شمس العارفین ۷۴
حضرت مولانا حافظ شاہ محمد سراج الیقین صاحبؒ
- ۱۱۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی ۸۰
سر سید احمد خان
- ۱۲۔ مکتوب گرامی سوادِ تحریر ۸۵
حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ
- ۱۳۔ حیات حضرت نانوتویؒ پر قابل مطالعہ کتابیں ۸۷

حرفِ نفیس

سید نفیس الحسینی

قاسم العلوم والنجرات حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے نام نامی سے ہر اہل دانش و بینش والہانہ عقیدت رکھتا ہے۔ آپ کی نابغہ روزگار شخصیت صرف برصغیر پاک و ہند ہی کے لئے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے ایک خاص نعمت خداوندی شمار کی گئی ہے۔ آپ کی سب سے بڑی یادگار دارالعلوم دیوبند کی صورت میں شہرہ آفاق ہے۔ جس سے آج بھی چشمہ ہائے علوم و فیوض پھوٹ رہے ہیں اور ایک جہان بسیط اس سے سیراب ہو رہا ہے۔ اگرچہ حضرت اقدس نانوتوی قدس سرہ مسکینی طبع اور اخفاءِ حال میں بے نظیر تھے۔ لیکن اہل نظر ان کے علوم مقام سے بخوبی آگاہ تھے۔

جن میں خود ان کے پیرو مرشد شیخ العرب والعجم قطب لاقطاب عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ العزیز (م ۱۳۱۷ھ)

سرفہرست ہیں۔ ان کا یہ قول فیصل ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت شمس تبریزؒ کے واسطے مولانا رومیؒ کو لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولانا محمد قاسم لسان عطا ہوئے ہیں اور جو میرے قلب میں آتا ہے مولوی صاحب اس کو بیان کر دیتے ہیں۔“

رانوار العاشقین : مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھویؒ

معاصر علماء عرفاء میں حضرت نانوتویؒ یگانہ روزگار اور فردِ فرید تھے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے ”ضیاء القلوب“ میں ان کے مقامِ بلند سے اپنے متوسلین و منتسبین کو آگاہ کیا اور دُعا خاص فرمائی۔ فرمانے ہیں :

”ہر کس کہ از میں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائی من راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد، کہ او شان بجائی من و من بمقام او شان شد، صحبت او شان را غنیمت دانند کہ ایں چنین کسان دریں زمان نایاب اند و از خدمتِ بابرکت ایشان فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد در نظر شان تحصیل نمایند، انشاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ نخواہند ماند۔ اللہ تعالیٰ در عمر ثناء برکت دہاد و

از تمامی نعمات عرفانی و کمالات قربیت خود مشرف گرداناد
و بمراتب عالیات رساناد و از نور هدایت شان عالم را
منور گرداناد و تا قیامت فیض او شان جاری دارد بحرمت
النبی وآله الامجاد

(ضیاء القلوب صفحہ ۶۰)
مطبع مجتبیائی دہلی

تقریظ

اٹھارہ سو ستاون کا جہاد بر عظیم پاک و ہند کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے یہ تحریک آزادی کا پہلا اعلان تھا۔

انگریزوں کے نزدیک جہاد کی آگ مسلمانوں نے بھڑکائی تھی۔ مٹکاف جو اسے کچلنے اور اس نازک ترین حالت میں انگریزوں کی طاقت کو پھر زندہ کر کے منظم حکومت کے قیام کا ایک طاقتور ہاتھ ہے مختلف آرا کی نقل کرتے ہوئے معین الدین حسن خان کے روزنامے میں لکھتا ہے:

”بعض نے بتایا کہ غدر اس قومی تحریک کا نتیجہ تھا جس کا مقصد غیر ملکی حکومت سے ہندوستان کو آزاد کرانا اور از سر نو اسلامی حکومت قائم کرنا تھا۔“

وہ مزید تحریر کرتا ہے:

”بعض کی رائے میں غدر خالصتاً اسلامی بغاوت تھی۔“

(۱. بحوالہ میاں محمد شفیع ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی: واقعات و حقائق۔ لاہور: مکتبہ جدید ۱۹۵۷ء، ص ۱۵۹)

اس جنگ میں انگریزوں نے بے پناہ مظالم کئے۔ لوگوں کو آگ اور خون کے دریا سے گزرنا پڑا۔ ان کا نشانہ خاص طور پر مسلمان تھے۔ لارڈ رابرٹس کے نزدیک اس کا مقصد یہ ہے:

”ان بد معاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے۔“

(۱. بحوالہ ایڈورڈ ٹامسن۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ۔ مترجمہ شیخ حسام الدین لاہور:

اردو اکیڈمی ۱۹۴۷ء۔ ص ۱۵۵)

مویری تھامسن نے بعض قیدیوں کی دردناک سرگزشت سربرہنری کاٹن کو ان الفاظ میں سنائی:

”میں نے ان بد بخت مسلمانوں کو عالم نزع میں بے حال دیکھا۔ یعنی مشکلیں باندھ کر برہنہ ان کو زمین پر لٹایا ہوا تھا اور سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کو گرم تانبے سے داغ دیا تھا۔ اس روح فرسا نظارے کو دیکھ کر میں نے اپنے پستول سے ان کا خاتمہ کر دینا ہی ان کے حق میں مناسب سمجھا۔“ (ایضاً۔ ص۔ ۶۶)

ایک برطانوی ادیب ارنسٹ جونز لکھتا ہے:

”برطانیہ نے ہندوستان میں موت کا اس قدر لرزہ خیز ڈھنگ ایجاد کیا ہے جس کے تصور سے ہی انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ ان ”رحمدل“ عیسائیوں نے زندہ انسانوں کو توپ سے باندھنے کا انوکھا اور ”مناسب“ طریقہ نکالا۔ ان کے توپ سے پرزے پرزے اڑا دیے۔ خون کی بارش ہوئی اور کانپتے ہوئے انسانی اعضاء اور گوشت کے ٹکڑے تماشا نیوں پر گرے۔ کوئی نیرو بھی ان حرکات سے بازی نہیں لے جاسکا۔“

(بحوالہ خورشید مصطفیٰ رضوی۔ جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون۔ دہلی: ندوۃ المصنفین ۱۹۵۹ء۔ ص۔ ۵۲۸)

فوری نتائج کے اعتبار سے اٹھارہ سو ستاون کا جہاد نا کام رہا اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ ناکامی سے لوگوں نے فوری طور پر عبرت حسرت دکھ اور شکست کا اثر قبول کیا اور وہ مجھ سے گئے۔ اس صورت حال میں بڑے بڑے سہم گئے تھے۔ اس تاریک اور بھیانک دور میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بر عظیم کے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے سامنے آئے۔ ان کے خیال میں انگریزی تہذیب اور قیادت مسلمانوں کی تاریخی میراث کے لئے خطرناک تھی اس لیے انہیں اپنی میراث اور قدیم روایات کو بچانا چاہیے۔

شاید اس لیے کہ مسلمانوں کے روایتی علوم سرکاری سرپرستی سے محروم تھے۔ اگر انہیں سہارا نہ دیا گیا تو ان کا اپنے ماضی سے رشتہ ٹوٹ جائے گا اور یہ صورت ملی مفاد کے خلاف تھی۔ آپ نے حالات کی سنگینی کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو مسلمانوں کے مذہبی سرمایہ کو بچانے کے لیے وقف کر دیا اور اللہ پر توکل کر کے مدرسہ اسلامیہ دیوبند کی بنیاد رکھ دی اس کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا شبلی نے ندوۃ العلماء کے ایک سالانہ جلسہ میں کہا تھا:

”عربی کے بیسیوں مدرسے کانپور میں قائم ہیں وہ کس نے قائم کئے ہیں سوداگروں نے دنیا داروں نے۔۔۔۔۔ کسی عالم نے نہیں قائم کئے۔ سوائے مدرسہ دیوبند کے جس پر ہم فخر کرتے ہیں جس کو مولانا قاسم مرحوم نے قائم کیا تھا۔ علاوہ اس کے مدرسہ کسی عالم نے قائم نہیں کیا۔“ (رپوٹ سالانہ ندوۃ العلماء ۱۹۱۲ء۔ ص۔ ۱۰۹-۱۱۰)

مولانا غلام رسول مہرا نہیں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

”بزرگان دیوبند میں سے جن مقدس ہستیوں کو اولین درجہ احترام و اعزاز حاصل ہے وہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانویؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ان کے اسماء گرامی اس سر زمین کے آسمان پر ان درخشاں ستاروں کی طرح روشن ہیں جو تاریکی کے وقت صحراؤں میں مسافروں اور سمندروں میں ملاحوں کو راستہ بتاتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیوں میں علم و ہدایت کے مشعل بردار تھے جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیچھے پاکیزہ عملی نمونے چھوڑ گئے جو دلوں اور روحوں میں برابر دین حقہ کے ولولے پیدا کرتے رہیں گے۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم اور حضرت مولانا رشید احمد کی تو ایک یادگار دارالعلوم دیوبند ایسی ہے جو

تقریباً ایک صدی سے اس وسیع سر زمین میں دینی علوم کے قیام و بقا کا ایک بہت بڑا سرچشمہ رہی ہے۔ اس کی آغوش میں سینکڑوں ایسی مقدس بستیوں نے تربیت پائی جن کے کارنامے دین و سیاست دونوں کے دوائر میں قابل فخر ہیں۔“

(غلام رسول مہر۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہد۔ لاہور: کتاب منزل (۱۹۵۷ء) ص ۱۶۳)

مولانا محمد قاسمؒ کی ذات گرامی آیتہ من آیات اللہ تھی۔ آپ خلوص، وفا کے پیکر عالم باعمل اور عاشق کتاب و سنت تھے۔ آپ کی بہت سی مجمل اور مفصل سیر و سوانح تحریر کی گئیں لیکن زیر نظر مجموعے کی شان نزالی ہے کسی شخصیت کے بارے میں معاصرین کی آرا نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ معاصرین کا اعتراف خراج کی حیثیت رکھتا ہے۔ مخدومی سید نفیس شاہ صاحب جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و عرفان کی وافر دولت سے بہرہ مند فرمایا ہے اکابر کے معاملے میں خلوص فراواں کے حامل ہیں اس لیے مدام مسجس اور جو یاے معلومات رہتے ہیں۔ آپ نے معاصر تحریروں سے مولانا نانوتویؒ کے حالات اس طرح جمع کئے ہیں کہ ایک عطر بیز گلدستہ تیار ہو گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مخدوم کی اس مساعی کو قبول فرمائے اور قارئین کے دلوں میں صاحب تذکرہ کے اصلاحی اور تصنیفی افادات سے مستفید ہونے کا شوق پیدا ہو۔

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوے گل را از کہ جویم جز گلاب

افضل حق قرشی

صدر شعبہ

لائبریری، انفارمیشن سائنس

پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
 بانی دارالعلوم دیوبند (م - ۱۲۹۷ھ)

ابھی غزوہ بالاکوٹ ختم ہوئے دو سال ہوئے تھے۔ قوت
 علم اور قوت عمل کے عظیم و رفیع علمبردار حق کی حمایت میں اپنی
 جان کی بازی لگا کر اور خاک و خون میں لوٹ کر جنت الفردوس
 کی طرف رخصت ہو چکے تھے۔ فضائے ہند میں ایک سنسارہٹ
 تھی، غم و حزن کی لہریں مسلم ہندی کے قلب میں رہ رہ کر اٹھ رہی
 تھیں۔ اس کے چہرے اور آنکھوں کے آنسو کہہ رہے تھے
 کہ یا اللہ اب اسلام اور مسلمانوں کی بقا و ترقی کی کیا صورت
 بنے گی؟ تقدیر نے کہا گھبراؤ نہیں، تم پر کوہ غم تو ضرور ٹوٹا
 ہے مگر رحمت خداوندی سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ان مجاہدین
 کی آواز حق کی بازگشت اپنا رنگ لائے گی۔ ان کی قربانیاں
 کتنوں کو متحرک کریں گی۔ کتنی روحوں کو گرمادیں گی۔ اتنے
 میں دو آبے کی ایک گنام بستی نالوتہ کی سرزمین سے یہ خبر مشہور

ہوئی کہ شیخ اسد علی صدیقی کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے
 اس کا اصلی نام محمد قاسم ہے۔ تاریخی نام خورشید حسین ہے۔
 اس کی پیشانی بتا رہی تھی کہ اسد علی کا یہ بچہ آگے چل کر حجتہ
 الاسلام ثابت ہوگا، علوم و معارف کو تقسیم کرے گا، تعلیمات
 محمدیہ رائج کرنے کے لئے اس کی ذات ایک مستقل دارالعلم
 ہوگی، آفتاب نصف النہار ہو کر چمکے گا، دینی قوت عمل سے
 اپنی مختصر سی زندگی میں ایک بلبل ڈال دے گا۔

اللہ اللہ کتنے خوش قسمت تھے شیخ اسد علی مرحوم جن کا
 نور نظر اور لخت جگر یہ پیدائشی باکمال انسان تھا جس نے
 پورے خاندان کو مشہور کر دیا پورے علاقے کو جگمگا دیا پورے
 ملک میں اسلام کی لاج رکھ لی۔ جو عالم بھی تھا اور صوفی بھی،
 مجاہد بھی تھا اور مناظر بھی، حافظ بھی تھا اور مفسر بھی، فقیہ
 بھی تھا اور محدث بھی، جس کا خط دیدہ زیب، جس کی تقریر
 دلپذیر جس کی تحریر آب حیات جس نے اپنے زمانے کی
 ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی، جس
 نے علوم اسلامیہ کو زندہ رکھنے کے لئے ایک مرکز قائم کیا جس
 میں ولی اللہی اور عزیزی فلسفہ و حکمت کو رائج کیا جس نے
 توحید کا ڈنکا فضائے ہند ہی میں نہیں، نتیجے کے لحاظ سے تمام
 اقصائے عالم میں بجایا۔

یہ فرزند توحید کچھ زیادہ عمر لے کر نہیں آیا تھا صرف ۴۹ سال کی عمر ہوئی۔ مگر اتنا کام کیا کہ سو سال میں بھی مشکل سے ہو سکتا ہے۔ پوری زندگی اتباع سنت، خدمت اسلام و مسلمین اور انسانیت کی خیر خواہی میں نہایت گمنامی اور سادگی کے ساتھ گزاری۔ اپنے کمالات کو بے انتہا چھپایا، اپنی زندگی کو شہرت کے ذرائع سے کوسوں دور رکھا مگر کوئی باکمال چھپا رہ سکتا ہے؟ پھول پتوں میں نہاں ہو کر بھی پوشیدہ نہیں ہوتا۔ آج اس دنیا سے رخصت ہوئے اس کامل انسان کو ۸۵ سال ہو گئے لیکن جتنا زمانہ گزرتا جا رہا ہے اس کے کمالات واضح تر ہوتے جا رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی تخریر فرماتے ہیں۔ ایک دن آپ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے تھے کہ اس علم نے روکا، ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے کیا ان میں سے ظاہر ہوئے؟ اور آخر سب کو خاک میں ہی ملا دیا اپنا کہنا کر دکھلایا۔ (سوانح عمری حضرت قاسم العلوم والمعاند ص ۱۷۱)

حضرت مولانا حکیم سید فخر الدین حسنی رائے بریلویؒ نے

مہر جہان نواب میں حضرت قاسم العلومؒ کا بھی تذکرہ کیا ہے چند
سطریں اس کی بھی پیش کرتا ہوں۔

(مولانا) محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
علامہ عصر فہامہ دہر۔ فاضل منہج، مناظر، مباحث، حسن تقریر،
ذکی، ماہر در معقولات، از عہد طفلی طباح، بلند ہمت، وسیع
حوصلہ، جفاکش جبری بودہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ در سنہ ۱۲۶۰ھ۔

در دہلی رفت و بخدمت مولوی مملوک العلّیؒ آغاز تعلیم کرد
حدیث بحضور شاہ عبدالغنی محدث مجددی دہلویؒ خواند۔۔۔۔۔
اکثر از یادریاں و پندتاں مباحثہ مذہبی می کردہ غالب می آمد
از تصنیفاتش حجت الاسلام و قبلہ نما مشہور اند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ را بہر
جہان نواب قلمی، حضرت مولانا رفیع الدین عثمانیؒ دیوبندی متہم
اول دارالعلوم دیوبند کے داماد، مولانا ضیاء الحق عثمانیؒ مرحوم
نے مختصر طریقے پر حضرت قاسم العلومؒ کی پوری زندگی کا حساب
اس طرح لگایا ہے۔

آپ کی عمر ۴۹ سال چار ماہ چار یوم ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور یہ
عمر اس تفصیل سے بسر ہوئی۔

نو سال والدین کے زیر سایہ ناز و نعمت میں، آٹھ سال
تعلیم و تربیت میں، آٹھ سال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ذکر و شغل میں، چوبیس
سال ترقی اسلام اور رفاہ مسلمین (کے کاموں) میں۔

۴، جمادی الاول ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۴ء یوم
 پنجشنبہ ایک نیکے دن کے ضیق النفس کی بیماری سے انتقال
 فرمایا یادداشت مولانا حاجی ضیاء الحق عثمانی دیوبندیؒ نزد
 دفتری نور الحق عثمانی مدظلہ، اس یادداشت کی رو سے حضرت
 قاسم العلومؒ کو صرف چوبیس سال ترقی اسلام اور رفاہ مسلمین
 کا کام انجام دینے کا موقع ملا ہے حساب لگانا تو ٹھیک
 ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء سے اس رفاہی دور کا آغاز ہوتا ہے۔

میدان شامی | حرم ۱۲۷۴ھ میں بتقاضائے حمت اسلامی
 شامی کے میدان میں معرکہ جہاد گرم کیا۔
 شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہؒ کی رہنمائی اور دیگر
 رفقاء کی رفاقت میں فرنگیوں کی طاقت و روج سے مقابلہ کیا۔
 یہ ایک طویل داستان ہے۔ نتیجے کے لحاظ سے بظاہر کامیابی
 ہوئی لیکن دنیا کو دکھا دیا کہ حق کے متوالے ضرورت پڑ جانے
 پر کفن بردوش ہو کر بھی نکل پڑتے ہیں۔ حافظ محمد ضامن تھانویؒ
 اس معرکہ میں شہید ہوئے۔ حضرت قاسم العلومؒ کو اس مالک
 راہ طریقت مرد مجاہد کی جدائی کا بڑا صدمہ ہوا۔ ایک دروانگیر
 طویل مرثیہ لکھا جس کا ایک ایک شعر خون کے آنسو بہانے کی
 دعوت دیتا ہے۔ (یہ مرثیہ مجھے مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کے

کتب خانے سے ملا۔ حضرت حاجی صاحب کی کتابوں میں حکیم
 ضیاء الدین رامپوری کی لکھی ہوئی ایک کتاب ہے جو حضرت
 حافظ محمد ضامن شہید کے مختصر سوانح پر مشتمل ہے اسی کتاب
 میں یہ مرثیہ درج ہے۔ ناظرین ندائے ملت کے لئے اس مرثیہ
 کے چار شعر یہاں لکھتا ہوں۔

شہید راہِ حق حافظ محمد ضامن چشتی
 بنایا تھا جسے حق نے ملا کر عشق و عرفاں
 دو کو صبر کچھ اب کے دل مفطر کے ہاتھوں سے
 نظر آتا ہے غم میں ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم جاں
 نظر آئے گی یارب پھر بھی وہ صورت کبھی ہم کو
 سنیں گے پھر بھی وہ آواز ان لبھائے خنداں
 دل مایوس کی کوئی نہیں صورت تسلی کی
 مگر ہاں سر نکالو تم اگر گنج شہیداں سے

اس معرکے کے بعد پیر طریقت حضرت حاجی صاحب نے
 ہجرت کی راہ اختیار کی۔ مرید صادق کے قلب پر پیر و مرشد
 کی مفارقت کا کس قدر صدمہ ہوگا اس کا اندازہ نہیں کیا جا
 سکتا۔ رفیق غمگسار رشید حضرت گنگوہیؒ گرفتار ہوتے جیل
 میں رہے۔ کتنے اود و رفقا رہوں گے۔ جو شاملی کے میدان میں
 خاک و خون میں تر پے ہوں گے۔ بنا بنا یا نقشہ بگڑ گیا۔ فرنگی

دوبارہ برسر اقتدار آگیا، مغلیہ سلطنت کو اپنی آنکھوں کے
سامنے برباد ہوتے دیکھا، انگریز کے انتقامی جذبات نے
مسلمانوں کو عموماً اور حقانی علماء و مشائخ کو خصوصاً نہ تیغ
کیا، پیمانیسی پر چڑھایا، کالے پانی بھیجا یہ سب واقعات حضرت
مولاناؒ کے سامنے ہوئے خود ان کی گرفتاری کا وارنٹ تھا وہ
نویہ کہتے کہ قدرت کو اسلام اور مسلمین کی خدمت و حمایت کے
لئے ان کو بچانا منظور تھا ورنہ فرنگی کے آہنی پنجے میں گرفتار گھنے
میں کوئی کسر تھوڑی رہ گئی تھی۔ ۱۲۷۳ھ سے لے کر ۱۲۸۳ھ
تک دس سال کا زمانہ عسرت کے ساتھ ساتھ خاموشی درد
پوشی، درد و الم اور غم و حزن اور انتہائی کرب و بے چینی میں
گزارا۔ اس عرصے میں کس قدر تکالیف اٹھائیں کیا کیا مصائب
جھیلے، رفاہیت کے کاموں کو کس طرح انجام دیا اس کی تفصیل
نہ خود بیان کی نہ کسی نے لکھی۔ اتنا پتہ چلا کہ ۱۲۷۷ھ حج و
زیارت کے لئے گئے علاوہ فریضہ حج کی ادائیگی کے پیرو مشد
کی ملاقات بھی پیش نظر ہوگی۔ دس سال کے غور و فکر حجاز مقدس
کے برکات اور پیرو مشد کی توجہات کے نتیجے میں حضرت قاسم
العلومؒ باطل کے زہریلے اثرات کو زائل کرنے کے لئے ایک
تریاق تیار کرنے میں کامیاب ہوتے ہم نے دیکھا کہ وہ ۱۲۸۳ھ
میں خدا کا نام لے کر اس زمانہ کے اہل اللہ کی ہمراہی میں دیوبند

جیسے ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ یہ ان کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے اور جس کو رفاہ اسلام اور رفاہ مسلمین کے سلسلے میں شاہکار کہنا چاہیے فرنگی جو جو جال مسلم سلطنت کو برباد کرنے کے بعد دین اسلام کی بربادی کے لئے تیار کر رہا تھا، نظام تعلیم میں مذہب اسلام کے خلاف جو سازش بروئے کار لایا تھا حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ کی طرح حضرت فاسم العلومؒ کی کڑی نظر اس پر پڑ گئی۔

۱۲۸۳ھ سے ۱۲۹۶ھ تک کا دور وہ دور ہے جس میں تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ بھی ہے۔ جس مدرسہ کی بنیاد خود رکھی اس میں بیٹھ کر نہیں پڑھایا۔ کبھی نانوتہ میں، کبھی میرٹھ میں کبھی دہلی میں کسی مطبع میں یا کسی مکان میں شاگردوں کی ایک مختصر جماعت کو پڑھاتے ہوئے ملتے ہیں۔ البتہ وفات سے کچھ عرصے پہلے بیماری کے زمانے میں دیوبند میں چھتہ والی مسجد میں حدیث کا درس دیا ہے حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی مروہی مفسرؒ نے یہیں آپ سے ترمذی شریف پڑھی ہے۔ اس عرصے میں اپنے تلامذہ کی ایک مختصر مگر بے مثال جماعت تیار کی جن میں اس الاذکیا حضرت مولانا سید احمد حسن محدث مروہیؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن

محدث دیوبندی، مخترع العلماء، حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی، حضرت مولانا عبدالعدل پہلی، حضرت مولانا عبدالعلی صاحب عبداللہ پوری میرٹھی، حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی امروہی، حضرت مولانا نواب محی الدین مراد آبادی، حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوری، حضرت مولانا منصور علی خاں مراد آبادی وغیرہم جیسے اکابر امت کو اپنے فیوض و برکات اور چشم خاص کی تاثیر سے تیار کیا۔ جن کا فیض انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ سچ پوچھئے تو ان شاگردوں نے اور ان کے بعد ان کے شاگردوں نے علم و عرفان کے چشمے جاری کر دیئے اور ہند اور بیرون ہند میں توحید و سنت کے چراغ روشن کئے۔

دیگر مدارس کا قیام | علاوہ دیوبند کے، براہ راست یا بالواسطہ دوسرے مقامات پر

بھی مدارس اسلامیہ قائم فرمائے، امروہہ، مظفر نگر، مراد آباد، خور و سنہل، نگینہ اور نہ معلوم کن کن شہروں اور قصبوں میں اپنے آپ جاکر یا کسی شاگرد کے ذریعے مدرسے کھولائے۔ درحقیقت شمالی ہند کے یہ مدرسے مذہبی چھاؤنیاں تھیں۔ جنہوں نے ہردور میں باطل طاقتوں کے مقابلے میں دفاعی خدمات انجام دیں۔

مطالع میں تصحیح | اسی زمانے میں حضرت قاسم العلوم، ہم کو

کبھی تو مطبع احمدی میں ملتے جلتے ہیں، کبھی مطبع ہاشمی میرٹھ میں تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ تصحیح کر کے پابنچ چھ دو پیہ ماہوار اپنے خزانچ کے لئے حاصل کر لیتے ہیں اور اس میں سے بھی کچھ شاگردوں پر صرف کر دیتے ہیں۔ مطبع مجتباتی دہلی سے بھی تعلق ہے، منشی محمد ممتاز علی سے بھی اچھے تعلقات ہیں ان کے مطبع میں بھی شاید تصحیح کا کام کیا ہے۔ حضرت قاسم العلومؒ نے ان مطابع سے نہ معلوم علوم و فنون کی کتنی کتابوں کو چھپوایا ہوگا۔ مدارس کا نظام قائم ہو رہا تھا مگر کتابیں نایاب یا کمیاں تھیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی غیر محسوس جدوجہد سے مدارس کے کتب خانے بہت جلد کتابوں سے لبریز ہو گئے۔ غالباً یہی مصلحت تھی کہ کسی چھوٹے بڑے مدرسے میں بیٹھنے کی بجائے چھاپے خانوں میں رہ کر اپنے رفاہی دور کا ایک بڑا حصہ گزارا۔

ترکی اور روس کی جنگ میں چندے کی تحریک اور فتویٰ
 وفات سے تقریباً تین سال پہلے ۱۲۹۴ھ میں سلطان روم (ٹرکی)، اور روس کی جنگ چھڑی تو حضرت قاسم العلومؒ بے چین ہو گئے اور اس سلسلے میں ترکوں کی مدد کے لئے تمام مسلمانوں سے چندے کی تحریک کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بابت تحریک چندہ برائے عسکر سلطان عبدالحمید خاں

مطبوع ہاشمی میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا تھا اور اب قریب قریب نایاب ہے۔ اسی زمانے میں اس جنگ کے سلسلے میں ایک فتویٰ بھی مرتب فرمایا جس کو احقر نے فلمی شکل میں دیکھا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم العلومؒ نے تین حج کئے پہلا حج ۱۲۷۶ھ میں دوسرا ۱۲۸۵ھ میں تیسرا ۱۲۹۴ھ میں، سفر حج و زیارت کے سلسلے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی سفر نامہ تحریر نہیں فرمایا جس سے پوری تفصیلات معلوم ہوتیں۔

۱۲۹۳ھ اور ۱۲۹۴ھ میں میلہ خدا شناسی

مذاہب کا نفرس میں شرکت

(جس کو مذاہب کا نفرس کہا جاسکتا ہے) میں شرکت فرمائی ان دونوں کانفرنسوں میں مختلف مذاہب کے مبلغین ہناظرین وکیل اور نمائندے شریک ہوئے تھے حضرت قاسم العلومؒ نے بحیثیت وکیل اسلام ان جلسوں میں مباحثہ و مناظرہ کر کے اور اپنی بہترین تقاریر کے ذریعہ فرزندانِ توحید کا سرفراز بلندہ کر دیا۔ گفتگوئے مذہبی اور مباحثہ شاہجہاں پور، میں ان دونوں جلسوں کی مفصل رویت یاد موجود ہے۔ ان دونوں جلسوں کی کیفیت آخر میں قدرے تفصیل سے عرض کروں گا۔

میرٹھ اور رٹکی میں دفاعی خدمات | اس سے اگلے سال

پنڈت دیانند سمرستی نے میرٹھ میں قیام کر کے اسلام اور قرآن پر اعتراضات کئے تو حضرت مولانا باوجود علالت کے وہاں تشریف لے گئے اور بہت چاہا کہ پنڈت جی سے گفتگو کریں مگر انہوں نے گفتگو کا موقع نہیں دیا وہ حضرت مولاناؒ کے کامیاب مباحثے اور الہامی تقریروں کو دوسرے میلہ خدا شناسی میں دیکھ اور سن چکے تھے۔ پھر رٹکی میں قیام کر کے پنڈت جی نے اپنے مشہور اعتراضات دہرائے اور بے سر عام ان کو بیان کیا حضرتؒ کو اطلاع ہوئی تو مع جماعت تلامذہ و رفقا رہا و جو وضعف و نقاہت کے تشریف لے گئے اور دعوت مناظرہ دی وہاں بھی پنڈت جی نے دو بدو گفتگو متناہ نہ سمجھی۔ حضرت مولاناؒ نے رٹکی میں اپنے لائق و فاضل شاگردوں کو حکم دیا کہ جو اعتراضات ہم تک پہنچے ہیں ان کے جوابات مختلف جگہوں پر کھڑے ہو کر دیتے جائیں چنانچہ وہاں کئی دن قیام فرمایا۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب صدیقی امروہی رٹکی میں حضرت قاسم العلومؒ کے ہمراہ تھے۔ احقر نے کئی مرتبہ ان کی زبانی رٹکی کے واقعات سنے ہیں۔

حضرت قاسم العلومؒ نے ۱۲۹۳ھ اور ۱۲۹۶ھ کے درمیان

وقفے میں قبلہ نما، حجۃ الاسلام اور انتصار الاسلام تین معرکہ
الآرا کتابیں تحریر فرمائیں۔ قبلہ نما کو میں نے اسی مضمون کی تیاری
کے دوران میں پہلی مرتبہ غور سے پڑھا۔ حق یہ ہے کہ حضرت رحمۃ
اللہ علیہ نے مخالفین اسلام کے اس اعتراض کا کہ اسلام کعبہ
پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ اتنا محققانہ، تشفی بخش اور مسکت جواب
دیا ہے کہ کوئی انصاف پسند مخالف اس اعتراض کو قیامت
تک پھر نہ دہرا سکے گا۔

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر سے وابستگی
حضرت قاسم العلومؒ نے شیخ المشائخ حضرت حاجی صاحب
قدس سرہ کے ہاتھ غالباً تعلیم سے فارغ ہو کر بیعت کی تھی مگر
آپ کو اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو بچپن ہی سے حضرت
حاجی صاحبؒ سے واقفیت تھی۔ حضرت مولاناؒ کے خاندان میں
حضرت حاجی صاحبؒ کی ننھیال تھی دوسرے ان کی ہمشیرہ نانوتہ
میں بیاہی گئی تھیں ان سے ملنے کے لئے حضرت حاجی صاحبؒ
جاتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے سواخ قاسمی
میں تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کی جزو بندی (جلد سازی) ہم دونوں
نے بچپن ہی میں حضرت حاجی صاحبؒ سے سیکھی تھی اور ہم اپنی
کتابوں کی جلد اپنے ہاتھ سے باندھ لیا کرتے تھے۔ اس وقت

سے یہ ربط بڑھتا رہا بالآخر روحانی ارتباط قائم ہوا، وادی
 سلوک میں قدم رکھ کر تمام منازل کو طے کیا اس سلسلے میں آپ
 نے جو کمالات حاصل کئے اس کا اندازہ خود پیر و مرشد کی چند
 "طبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں سے ہوتا ہے حضرت نانوتویؒ
 اور حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں ضیاء القلوب میں جو تحریر فرمایا
 ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور جو شخص اس فقیر سے محبت و عقیدت و ارادت
 رکھے مولوی رشید احمد سلمہ گنگوہی اور مولوی محمد قاسم
 سلمہ نانوتوی کو کہ تمام کمالات ظاہری و باطنی ان میں
 موجود ہیں راقم کی جگہ سمجھے بلکہ مجھ سے فائق المذاج
 جانے اگرچہ ظاہری معاملہ برعکس ہو گیا کہ میں ان کی
 جگہ اور وہ میری جگہ ہو گئے۔ اور ان کی صحبت کو
 غنیمت سمجھے کہ اس زمانے میں ایسے آدمی نایاب ہیں
 اور ان کی خدمت بابرکت سے فیض یاب ہوتا رہے
 اور طریق سلوک جو اس رسالے میں لکھا گیا ہے ان
 کے سامنے حاصل کرے ان شاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ
 نہیں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے اور اپنی
 عرفانی سمتیں اور قربت کے کمالات سے مشرف کرے
 اور بڑے بڑے مرتبوں پر پہنچائے اور ان کے نور

ہدایت سے عالم کو منور کرے اور تا قیامت اپنے نبی ﷺ
اور اس کے آل کے طفیل سے ان کو فیض جاری رکھے۔ الخ
(تصفیۃ القلوب ترجمہ ضیاء القلوب
مطبوعہ مجتہبائی ص ۱۰۰، ۱۰۲)

حیاتِ قاسم العلوم رحمہ اللہ کے تمام گوشوں پر غور
کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہندوستان کے
اندرون سازگار ماحول میں، ملتِ اسلامیہ کے لیے جو کام
حضرت مولاناؒ نے کیے اور ان میں اتنی برکت ہوئی، وہ نتیجہ
ہے اخلاص و للہیت کا، توکل و ایثار کا، تواضع الگ رکھی۔

۔ خدمت خلق کا جذبہ ان کی رگ رگ میں پیوستہ تھا ان کے دل میں دامِ رفاہیت کا بالعموم اسلام اور اہل اسلام کا بالخصوص درد تھا۔ یہ سب خوبیاں اور عقلِ معاد کی تابناکیاں، خلوص و یقین، ذکر اللہ اور اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں حاصل ہوتی تھیں۔ اول وہ ایک شیخِ کامل کا دامنِ تنہام کرپیش پائے کا ملے یا مالِ شوق کا مصداق بنے، پھر فروغِ ملت کے معاملے میں جو کچھ خدمات کیں ان میں برکات کا ظہور ہوا۔ جو بیس سال خدمتِ اسلام اور رفاہِ مسلمین کے کاموں میں صرف کرنے سے پہلے آٹھ نو سال تزکیہٴ نفس اور تصفیہٴ قلب کے ذریعے خود کو سنوارنے میں صرف کئے۔ ہم والبستگانِ قاسمی کے لئے یہ ایک قابلِ تقلید نمونہ اور ناقابلِ فراموش سبق ہے۔

حضرت قاسم العلومؒ بیعت بہت کم
بیعت و ارشاد فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے اندر کے حالات و کیفیات کو اتنا چھپایا کہ اس کی کم تعداد ملتی ہیں۔ نسبتِ باطنی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صرف ایک خلیفہ مجاز کا بہتہ کیسے چل سکا ہے اور وہ حضرت مولانا حکیم محمد صدیق صاحب مراد آبادی تھے، آیتے اس موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیضی کلمات اور پڑھ لیجئے جو ۱۲۹۶ھ میں کسی جمعہ کے دن

بمقام نانوتہ غالباً کسی کو بیعت کرتے وقت ارشاد فرماتے تھے قطب الوقت حضرت مولانا حافظ عبدالغنی پہلارویؒ نے منشی فضل حق دیوبندی مرحوم کی بیاض سے ان کلمات کو ۳۰۲۱ھ میں نقل کیا تھا۔ ان میں سے چند کلمات بطور تبرک یہاں لکھنا ہوں ان سے اندازہ ہوگا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انداز طبیعت کیا تھا اور وہ اپنے متوسلین میں کس درجہ دینداری اور اخلاص دیکھنا چاہتے تھے۔

(۱) اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتا۔

(۲) سارے تصوف کا خلاصہ دو چیزیں ہیں بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ یکے آنکہ بر خویش خود دین مباحش + دوم آنکہ بر غیر بدین مباحش۔

(۳) ذکر و اذکار سے مقصود محض محبت الہی ہے اور محبت الہی۔ بدون پیروی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوری پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب، خدا کا نہیں اور ظاہر ہے کہ محبوب کا قول و فعل محبوب ہوتا ہے۔

(۴) کشف و کرامات سالک کے لئے کوئی ضروری یا عمدہ یا بہتر شے نہیں بلکہ کمتر درجہ ہے۔

نادان بچے کو شیرینی وغیرہ کی طرح دے کر مکتب میں لے جاتے

ہیں نہ کہ مرد دانا کو۔

(۵) ہر شے میں کسی قدر اللہ نکالنا چاہیے۔

(۶) جس ورد یا وظیفے کو شروع کرے اس پر مداومت چلہیے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

(۷) خدائے تعالیٰ کا منشایوں معلوم ہوتا ہے کہ رات دن کا نصف عبادت میں صرف ہو اور نصف حوائج ضروریہ میں۔

(۸) ایسی محفلوں اور مجلسوں میں جس میں ذکر خدا اور رسول نہ ہو نہ بیٹھنا چاہیے۔

اکثر تنہا رہنا چاہیے۔

(۹) حتی الوسع ہاتھ سے روپے سے پیسے سے مسلمانوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے۔

(۱۰) علماء و صلیار کی صحبت اختیار کرنا چاہیے اور جہلاء سے پرہیز۔

شاگردوں پر شفقت | اپنے شاگردوں سے بڑی محبت اور ان پر بڑی شفقت فرماتے

تھے ان کو مکاتبت میں اونچے القاب سے یاد فرماتے تھے۔

حضرت مولانا حافظ عبد الرحمن صدیقی مفسر امر وہی کے ذخیرہ

مکتوبات میں سے ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالمومن صدیقی

زید مجدہم کے ذریعے حضرت قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک

مکتوب گرامی حاصل ہوا ہے جو فارسی زبان میں ہے اور حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کے نام ہے، اس کے اوّل و آخر کا ترجمہ پیش کرتا ہوں اس سے اندازہ ہوگا کہ وہ اپنے شاگردوں پر کتنے شفیق تھے۔ داخلی قرائن سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ مکتوب مبارک میرٹھ سے تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

محمد قاسم عفی اللہ عنہ عزیزم مولوی فخر الحسن جعلہ اللہ مغفراً و مفعلاً کی خدمت میں اولاً سلام مسنون پیش کر کے گزارش کرتا ہے کہ میرا حال ہر طرح سے بفضل الہی ٹھیک ہے۔ البتہ آنعزیز کی مفارقت ملال انگیز حادثہ ہے۔

بندہ کمترین، آنعزیز اور عزیزم مولوی احمد حسن (امروہی) کو مثل چشم و چراغ دیکھتا تھا اپنا دست و پا سمجھتا تھا، نہیں سمجھتا تھا ایک روز مفارقت بھی آنے والا ہے آنعزیز تو چلے گئے اب عزیزم مولوی احمد حسن کچھ عرصے بعد (فارغ ہو کر) چلے جائیں گے پھر وہی میں اور وہی گوشہ تنہائی۔ اس عرصے میں آنعزیز کا جو خلا ہو چکا تو رنج پنہاں نمودار ہو گیا اور ہلال جدائی تازہ ہو گیا۔ میرے بھائی مجبوری کی بات ہے اگر عسرت و افلاس، آنعزیز کے اقارب کو درپیش نہ ہوتا جس کی وجہ سے (آنعزیز نے ملازمت اختیار کی) تو میرا

دل نہیں چاہتا تھا کہ آنحضرتؐ کو جدا کروں مگر جو پیش آئے
بجز صبر چارہ نہیں ہے ہر چند دور ہوں مگر اگر عنایت احباب
شامل حال ہے تو نزدیک ہوں۔

..... نسائی شریف ان شمار اللہ تعالیٰ پر سوں
شنبہ کے دن شروع ہوگی میرزا ہد امور عامہ عرصہ ہوا ختم
ہوگئی۔ لیکن صحیح مسلم کے اسباق جو آخر سے باقی تھے اس شمار
میں پڑھے گئے اس کے بعد مولوی محمود حسن (دیوبندی) مولانا
احمد علی صاحب (سہارنپوری) کے نسخہ نسائی کی تلاش میں جو کہ
دوسرے نسخوں کے مقابلے میں صحیح ہے۔ سہارنپور گئے تھے
اور وہاں سے دیوبند گئے شاید دو روز وہاں مقیم رہ کر واپس
آگئے ہیں۔ شرح چغینی بھی شروع ہوگئی ہے۔ اس کے چند
ورق پڑھے جا چکے ہیں۔ چار پانچ دن ہوئے مولانا رشید احمد
صاحب کا گنگوہ سے خط آیا تھا اس میں ارقام فرمایا تھا کہ
محمد ذکی ابن مولوی محمد تقی کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون
سب کی طرف سے خصوصاً مولوی محی الدین (مراد آبادی) کی
طرف سے کہ انہوں نے سلام لکھنے کو کہہ دیا ہے، سلام قبول
ہو۔ مولوی محمد ہاشم (میرٹھی) سلام کہتے ہیں۔۔۔۔۔ جلد
اپنے حال کی اطلاع دیں اس لئے کہ بخار اور درد سر کی شکایت
جو نکھی تھی اس سے طبیعت کو پریشانی ہے۔

۱۲۹۳ھ (مطابق ۱۸۵۶ء)

پہلا میلہ خدا شناسی | میں پہلا میلہ خدا شناسی ہوا جس میں حضرت قاسم العلومؒ نے شرکت فرمائی تمام مذاہب کے مناظرین و مبلغین اس میں جمع ہوئے مگر اصل مقابلہ عیسائیوں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں فتح مبین حاصل کرائی۔ بڑے بڑے فاضل عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ چاند پور میں جوشنا، بھماں پور سے پاتنج چھ کوس پر ہے۔ یہ میلہ ہوا۔ منشی پیارے لال کبیر پنٹھی نے یہ میلہ قائم کیا تھا جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرکت کی استدعا وہاں سے ہوئی تو نالوتہ سے پایادہ روانہ ہوئے دیوبند میں ایک شب قیام فرمایا، مظفرنگر اور میرٹھ میں بھی ایک ایک شب قیام رہا، بالآخر دہلی پہنچے ۵ رستہ کو ہمراہی مولانا سید ابوالمنصور و دیگر رفقاء تلامذہ دہلی سے روانہ ہو کر ۴ رستہ کو بعد عصر شام بھماں پور پہنچے۔ وہاں حضرت مولانا اپنے آپ کو چھپاتے اور غیر معروف تاریخی نام غور شید بتاتے رہے رات کو ایک سرائے میں قیام کر کے بعد نماز صبح پیدل چاند پور تشریف لے گئے۔ مدت مباحثہ دو روز تھی مگر باصرار حضرت مولاناؒ، پادری نوٹس نے ایک دن اور بڑھانے کا وعدہ کر لیا تھا۔ کالے، گورے، ہندوستانی، انگلستانی تمام پادری اس مجمع میں موجود تھے۔ تقریر کا وقت

۱۵ منٹ اور سوال و جواب کا۔ ۱۰ منٹ مقرر ہوا حضرت مولاناؒ نے بہت چاہا کہ مدت تقریر بڑھتا جائے مگر عیسائیوں نے نہ مانا۔ پادریوں کی ہر بات و بے جا اثر کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مان لیا۔ اور نہایت تحمل اور اطمینان سے ان کی ہر بات کا جواب دیا۔

ایک دن دوران تقریر میں ایک پادری نے جس کے گلے میں فوجی تمغہ تھا حضرت مولانا کو غلط طریقے سے ٹوکا تو حضرت محدث امر وہیؒ کو اس پر غصہ آگیا اور اچھی طرح اس کو ڈانٹا حضرت مولاناؒ نے اپنے فاضل شاگرد کے غصے کو یہ فرما کر روکا یہ آپ کو نہیں کہتے مجھے کہتے ہیں۔

بعد اختتام جلسہ وہی پادری صاحب جنہوں نے درمیان تقریر اختلاف کیا تھا ملنے آئے اور کہا میں ملنے آیا ہوں اب رخصت ہوتا ہوں حضرت نے فرمایا آپ نے بڑا کرم کیا۔ اس کے بعد ان پادری صاحب نے کہا مولوی صاحب آپ کی تقریر نہایت عمدہ ہے۔

جب اہل اسلام میلے سے روانہ ہوئے تو گاڑیوں کی قطار سے بیس قدم پر ایک جوگی جا رہا تھا اس کے معتقد اس کے ساتھ تھے۔ حضرت مولاناؒ کی طرف اشارہ کر کے اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جے مولیٰ (یہ مولوی) ہے، اتفاقاً حضرت

مولانا کی نظر اس پر پڑ گئی اس نے سلام کیا حضرتؒ نے ہاتھ اٹھا کر جواب دیا، وہ جوگی دوڑا اور گاڑی متھام کر حضرت مولاناؒ سے کہا تم نے بڑا کام کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا میں نے کیا کیا اللہ تعالیٰ نے کیا، اس نے کہا کیا کہتے ہو، پھر جوگی نے چار انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا جب تم نے بولی ماری (تقریری) تو ہم نے دیکھا پادری کا اتنا سر پر (جسم) گھٹ گیا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا تم کہاں تھے خیمے کے باہر تھے؟ جوگی نے کہا ہم بھی خیمے کے اندر تھے۔ پھر حضرتؒ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ جوگی نے کہا جانکی داس۔
 بعد اختتام جلسہ مولوی عبدالوہاب ساکن بریلی نے پادری سے کیفیت جلسہ پوچھی اس نے کہا کیا پوچھتے ہو ہم کو بہت سے اس قسم کے جلسوں میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا اور بہت سے عالموں سے اتفاق گفتگو ہوا پر نہ یہ تقریریں سنیں نہ ایسا عالم دیکھا ایک پتلا دبلا سا آدمی معمولی سے کپڑے، یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ عالم ہیں ہم جی میں کہتے تھے کہ یہ کیا بیان کریں گے یہ تو کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ حق کہتے تھے پر اگر تقریر پر ایمان لایا کرتے تو اس شخص کی تقریر پر ایمان لے آتے۔

اگلے سال ۱۲۹۲ھ مطابق
 دوسرا میلہ خدا شناسی | مارچ ۱۸۷۷ء میں دوسرا میلہ

خدا شناسی منعقد ہوا۔ اس میں تمام مذاہب کے مناظر اور مبلغین موجود تھے اس سال علاوہ پادری نولس کے پادری واکر صاحب اور پادری اسکاٹ صاحب بھی تھے، ہنود میں پنڈت دیانند سرتی اور منشی اندرتن بھی آئے تھے۔

پادری اسکاٹ کا معقول دانی میں بڑا شہرہ تھا مگر پھر بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی گزشتہ سال کی فاتحانہ الہامی تقاریر سے تمام مذاہب کے نمائندے بالعموم اور پادری صاحبان مرعوب تھے اس وقت حضرت مولانا چاہتے تھے کہ گفتگو کا سلسلہ رواں سے رواں ہوتا کہ حقانیت اسلام کو واضح کرنے کا زیادہ موقع مل جائے گا۔ تمام مذاہب کے وکلاء خصوصاً پادریوں نے کہا ہم کو زیادہ فرصت نہیں ہے۔ حضرت مولانا نے اس موقع پر فرمایا۔

یہ بات کہ ہم کو زیادہ فرصت نہیں دو دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے، ہمارے کہنے کی تھی باوجود افلاس و بے سروسامانی قرض دام لے کر اپنی ضرورتوں پر خاک ڈال کر ایک مسافت دور دراز قطع کر کے یہاں تک پہنچ جائیں اس پر یہ قول ہے کہ جب تک حسب دلخواہ فیصلہ نہ ہو جائے گا ہم نہ جائیں گے اور آپ صاحب تو اس کام کے وکیل ہیں

جانے میں کوئی دقت نہیں اس کے کیا معنی کہ آپ کو فرصت
نہیں یہ عذر کرتے تو ہم کرتے۔

اس میلہ خدا شناسی میں حضرت قاسم العلومؒ نے سیرت
نبوی اور حقانیت اسلام پر عقلی و نقلی دلائل سے بحث فرمائی
اور اپنی تقاریر سے تمام مذاہب کے نمائندوں کو حیرت میں
ڈال دیا۔ اس مرتبہ بھی نمایاں کامیابی ہوئی۔ پادری اسکاٹ
نے اختتام جلسہ کے بعد ایک صاحب سے کہا مولوی صاحب
مولوی نہیں، صوفی مولوی ہیں اور اس قسم کا علم اب اہل اسلام
میں نہیں رہا اور یہ بھی اقرار کیا کہ کوئی شخص الہیات میں اہل
اسلام کا ہم پلہ نہیں۔

سواد تحریر شیخ العرب العجم خضره حاجی امداد اللہ مدنی

۱۸۶

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ خدمت سرمد علی الرحمن صاحب دامت برکاتہ
بعد سلام سنون و دعا و خیر آنکہ مکتوب آن عزیز رسید و از حال پر ملال انتقال
و تحت جگر و بارہ دلم مولوی محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ اطلاع و کو تمام خبر رسید و اللہ اعلم
انور مسکن اوس کی لطف با و آفرودند رفتند ہی غمنا نہ را کوند و رفتند
جود نہ تیرے افلاک بر رہے سایہ شرم خاک بر محاکم و محبت شرم
مردنی میں نو سکا تو نہ ہوا اب زندگی کا لطف فقیر کہ نہیں رہا دعا و دعا
حق تعالیٰ جلد خانہ بخیر آگئی اس دل لہزن سے اوستانی بارہ لیکن کمال طاقست نہ ہی غلط

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت غریب مولوی خلیل الرحمن صاحب دامت برکاتہ
بعد سلام سنون و دعا و خیر آنکہ مکتوب آن عزیز رسید و از حال پر ملال انتقال
مولانا احمد علی صاحب مرحوم و تحت جگر و بارہ دلم مولوی محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ
اطلاع داد سابق ہم خبر رسید - اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

افسوس صد افسوس ۵

حرلیناں بادہ ہا خوردند و فرستند تہی غمنا نہ را کردند و فرستند
جو کہ نوری تھے گئے ہسلاک پر وہ گئے سایہ کے جوں ہم خاک پر
مرد بہت ہوئے شہر پر تیار ہم سے دُور ہمیں نفس کے ہاتوں میں خار
اب زندگی کا لطف فقیر کے نہیں رہا۔ دعا کرو کہ حق تعالیٰ جلد خاتمہ بخیر کر کے
اس دار الحزن سے اٹھالے۔ زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں۔ فقط



مندرجہ بالا الانامہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی ادا اللہ مہاجر کی قدس سرہ (م ۱۳۱۴ھ) کے خاتمہ عنبر شامہ کا سوادِ تحریر ہے۔ حضرت والا نے یہ مکتوب گرامی استاذ المحدثین حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرت آیات (۱۷ ربیع الثانی ۱۲۹۴ھ) پر ان کے صاحبزادے حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب کے نام تحریر فرمایا ہے اس میں قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی وفاتِ مبارک (۱۱ جمادی الاول ۱۲۹۴ھ) پر بھی غم داندوہ کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ ۱۲۰ سال پہلے کی غیر مطبوعہ تحریر ہے یہ مکتوب مبارک حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری قدس سرہ کی اولادِ حجاز کے پاس محفوظ رہا۔ اس خاندان کے ایک فرد ہمارے فاضل دوست جناب محمد سلیم الرحمن صاحب (ابن محمد عقیل الرحمن بن محمد خلیل الرحمن بن حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری) نے چند سال پیشتر اقم سطور سے اس الانامہ کا تذکرہ کیا۔ بعد میں انھوں نے بکمال مہربانی از خود یہ نادِ مکتوب ناچیز کو عنایت فرما دیا۔ فجزاہُ اللہُ احسنَ الجزاءِ، یہ متبرک امانت جناب سلیم الرحمن صاحب (مقیم لاہور) کے شکریے کے ساتھ عاتقہ المسلمین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے یہ مکتوب مبارک پہلی مرتبہ اشاعت پذیر ہے۔

۱۵۔ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ ناچیز نفیس الحسینی لاہور

(بشکریہ ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور)

اقتباس انوار العارفين

اس تذکرے کا سن تالیف ۱۳۸۶ھ ہے۔ مطبع نو لکشنز
لکھنؤ میں پہلی بار ۴ مارچ ۱۸۷۶ء میں طبع ہوا۔ کل صفحات
۶۶۸ سائز ۲۰ x ۲۶۔ سرورق پر کتاب اور مولف کتاب کا
نام یوں مرقوم ہے: ”ایں تذکرہ کا ملین و مجموعۂ احوال و اصلین
مسمی بہ ”انوار العارفين“ تالیف عمدة بارگاہ رب المشرقین
حافظ محمد حسین مراد آبادی۔“

آغاز کتاب میں فاضل مولف نے اپنا اسم گرامی یوں
لکھا ہے۔

”فقیہ حقیر کثیر التقصیر محمد حسین بن حافظ محمد مسعود کترین
مسترشدان قدوة السالکین زبدة العارفين مولائی و مرشدی
حضرت مولوی سید امانت علی حسینی حشینی۔ صابری قدوسی
قدس سرہ۔“

صـمـوـلـفـ ”اـلـوـارـاـلـعـاـرـفـیـنـ“ اـپـنـے مـرـشـدِ گـرامـی کـے
 حـالـات مـیـں تـحـریر فرماتے ہیں کہ وہ حضرت حافظ محمد موسیٰ
 مانپوری قدس سرہ کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے حضرت
 حافظ صاحب مانپوریؒ کا سلسلہ طریقت حسب ذیل ہے۔
 حضرت حافظ محمد موسیٰ مانپوری قدس سرہ از حضرت
 سید محمد اعظمؒ از حضرت سید محمد سالم ترمذیؒ از حضرت
 سید شاہ میراں بھیکؒ از حضرت شاہ ابوالمعالی انبٹھویؒ
 از حضرت شیخ داؤد جیؒ از حضرت شیخ محمد صادق گنگوہیؒ از
 حضرت شاہ ابوسعید گنگوہیؒ از حضرت شیخ نظام الدین تھانیسریؒ
 از حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ از حضرت قطب عالم
 شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ۔

فاضل مؤلف کے تعارف کے بعد ہم اپنے مقصد کی
 طرف آتے ہیں۔ ”الوارالعارفین“ کے ص ۵۲۴ پر حضرت حجۃ
 الاسلام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف
 نے حضرت نانوتوی قدس سرہ کو بہت قریب سے دیکھا
 ہے۔ بعض دوسرے بزرگوں کے احوال کے ضمن میں ان
 سے روایت بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے مختصر مگر جامع الفاظ
 میں حضرت حجۃ اسلام کو ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔

ذکر حضرت مولوی محمد قاسمی حضرت حاجی خانہ خدادیز و رضہ رسول اللہ از واریہ
 شیوخ صدیقی قصبہ نانوتہ مستند عالم اندستقی و ربانی محقانی و واقف ارباب شریعت و طریقت از و قول و فعل
 فی ریاء و بی تصنع است بمعرف از دنیا و اربابان باوجود اہل عیال از او نہ بجز آنکہ ان میکنند و بقدر حاجت ضرورت
 دنیوی کلمی بخود قریب نمایند و لباس مولویانہ و مشایخانہ نمیدارند و با تکلف اشناتہ مقلد نہ ہستند
 اند و نیز مشرب ہشتیہ و اجازت تعلیم علم بالطن پرچار طرق از حضرت حاجی ایداد اللہ سلمہ
 و مستند حدیث از حضرت شاہ عبدالغنی مجددی میدارند و مانند محققان و عارفان در بیان آن خز
 حقایق و معارف و در اسباب و وجودی کلام میگویند و بر شہود و توحید شہودی انکار
 ندارند و در اکثر اوقات در شغل تنزیہ و تشبیہ خود را مشغول میدارند و سماع عنہ
 بے مزہ اسیر اگر بطریق امور اتفاقہ پیش می آید انکار ندارند و از ایشان پرسیدیم
 کہ در طریقہ حضرت جناب غلبہ چشتیت است فرمودند بلکہ کہ آن از حضرت شاہ
 عبدالبارے رسیدہ است وقتی در ملازمت بکلیف خان صاحب شیرعلین خان نشین
 آوردند و نیز بیکان خان صاحب صدوف فروکش شدند و روزی خان صاحب بار اقم نقل کردند
 کہ قوال فی مزامیر غری گفت شبنم و گرم شدند چون نظر ایشان بر بعضی ناواقفان
 از مال و اسرار عارفان و نمیز از درو عاشقان کہ در اینجا حاضر بود افتاد و فرمود کہ تا بشر کس
 اشتری دارد و من اہل آن نفیسم انتہی آرمی یا خوال زمان و مکان و ران شرط است و با
 ترجمہ :

حضرت حاجی خانہ خدا اور زائر روضہ رسول ﷺ ہیں، قصبہ نانوتہ کے
 اکابر صدیقی شیوخ سے ہیں۔ عالم مستقی و ربانی و حقانی اور واقف اسرار
 شریعت و طریقت ہیں۔ قول و فعل ان کا بے ریا و بے تصنع و دنیا اور

ارباب دنیا سے دور۔ اہل وعیال کے باوجود آزادانہ و مجردانہ گزران کرتے
 ہیں۔ دنیوی ضرورت کے بقدر کچھ کام بھی اپنے ذمہ رکھتے ہیں۔ لباس
 مولویانہ اور مشائخانہ نہیں رکھتے۔ تکلف سے قطعاً بے تعلق۔ مذہب حنفیہ
 کے مقلد اور مشرب چشتیہ بہشتیہ کے حامل۔ حضرت حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ
 سے چاروں سلاسل طریقت میں مجاز ہیں۔ سند حدیث حضرت شاہ عبدالغنی
 مجددی سے حاصل ہے۔ محققوں اور عارفوں کی مانند حقائق و معارف بیان
 کرتے ہیں۔ وحدۃ الوجود کے اثبات میں کلام فرماتے ہیں اور توحید شہودی
 سے بھی انکار نہیں رکھتے۔ اکثر اوقات شغل تنزیہ و تشبیہ میں مستغرق رہتے
 ہیں سماع غنا بے مزامیر اگر اتفاقی طور پر پیش آجائے تو انکار نہیں رکھتے۔
 میں نے ان سے پوچھا کہ جناب کے سلسلہ طریقت میں چشتیت کا غلبہ ہے؟
 فرمایا ہاں۔ اس لئے کہ یہ حضرت شاہ عبدالباری امروہی سے پہنچا ہے۔ ایک
 مرتبہ آپ خان صاحب شیر علی کی دعوت پر مراد آباد تشریف لائے اور خان
 صاحب موصوف کے مکان پر فروکش ہوئے۔ ایک دن خان صاحب نے
 راقم سے نقل کیا کہ ایک خوش گلو، نے بے مزامیر غزل پڑھی۔ آپ نے
 سنی اور طبیعت میں گرمی پیدا ہوئی۔ جب آپ کی نظر عارفوں کے حال و
 اصرار سے ناواقف اور درد عاشقان سے بے خبر بعض حاضرین پر پڑی تو
 فرمایا، کہ ہر شخص کی توجہ کچھ اثر رکھتی ہے اور میں اس کا اہل نہیں۔
 انتہی۔ ہاں اس میں اخوان زمان اور مکان کی شرط ہے اور باقی شروط کتب
 صوفیہ میں مرقوم ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

”انوار العارفین“ کے فاضل مؤلف نے اکابر دیوبند کے مشائخ کی شاخ طوبیٰ سے اپنے تذکرے کو زیب و زینت دی ہے۔ حضرت شاہ عبدالباری امر وہی قدس سرہ کے بعد ان کے خلیفہ حضرت حاجی عبدالرحیم شہید ولایتی (م ۱۲۶۴ھ) کا حال لکھا ہے۔ پھر ان کے خلیفہ حضرت میاں جی نور محمد جنہا نوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت میاں جی صاحب کے دو خلفاء شیخ العرب والعجم قطب الاقطاب عالم حضرت حاجی امداد اللہ ماہجر مکی نور اللہ مرقدہ اور قطب ربانی حضرت حافظ ضامن شہید تنہا نوی کے حالات تحریر کیے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے علاوہ حضرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ کا تذکرہ بھی لکھا ہے۔

ص ۵۷۹ پر امام المحدثین حضرت مولانا عبدالغنی ہاجر مدنیؒ کا ذکر مبارک ہے۔ امام دوران مجدد العصر حضرت سید احمد شہید کا ذکر ایمان پرور خوب جی کھول کر کیا گیا ہے جو ص ۵۹۳ سے ص ۵۹۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

”انوار العارفین“ کی سب سے بڑی خوبی اس کا استناد و استدلال ہے، جو اسے صوفیہ کے معاصر تذکروں میں سب سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اس میں حضرات صوفیہ کے تمام تذکروں کی طرح بے سند روایات نہیں ملتیں، فاضل مؤلف نے یہ تذکرہ صداقت و ثقاہت کی میزان میں تول تول کر لکھا ہے۔

مولانا قاسم بن أسد علي النانوتوي

الشيخ الإمام العالم الكبير : محمد قاسم بن أسد علي بن غلام شاه بن محمد بخش الصديقي النانوتوي أحد العلماء الربانيين ، ولد بنانوته سنة ثمان وأربعين ومئتين وألف ، ودخل «سهارنپور» في صغر سنه ، وقرأ المختصرات على الشيخ محمد نواز السهارنپوري ، ثم سافر إلى دهلي ، واشتغل على الشيخ مملوك العلي النانوتوي ، وقرأ عليه سائر الكتب الدراسية ، ثم أخذ الحديث عن الشيخ عبد الغني بن أبي سعيد الدهلوي ، ولازمه مدة ، وأخذ الطريقة عن الشيخ إمداد الله العمري التهانوي وصحبه واستفاض منه فيوضاً كثيرة ، واشتغل في المطبعة الأحمدية بدهلي للشيخ أحمد علي بن لطف الله السهارنپوري وكان الشيخ في ذلك الزمان مجتهداً في تصحيح «صحيح البخاري» وتحشيته ، فقوض إليه خمسة أجزاء من آخر ذلك الكتاب ، وكانت تلك الأجزاء عسيرة سيما في مقامات أورد فيها البخاري على أبي حنيفة ، فبذل جهده في تصحيح الكتاب وتحشيته ، وبالع في تأييد المذهب حتى استوفى حقه .

وكان أزهد الناس وأعبدهم وأكثرهم ذكراً ومراقبة وأبعدهم عن زي العلماء ولبس المتفقهة من العمامة والطيلسان وغيرهما ، وكان في ذلك الزمان لا يفتي ولا

يذكر بل يشتغل في ذكر الله سبحانه ومراقبته، حتى
فتحت عليه أبواب الحقائق والمعارف، فاستخلفه الشيخ
إمداد الله المذكور ومدحه بأن مثل القاسم لا يوجد إلا
في العصر السالف، ثم تزوج بأمره الشريف وصعد
المنبر بتكليف الشيخ مظفر بن محمود الكاندهلوي
ولما ثارت الفتنة العظيمة بالهند سنة ثلاث وسبعين
اتهموه بالبغي والخروج على الحكومة الإنجليزية،
فاختفى عن الناس برهة من الزمان ثم ظهر فأنجاه الله
سبحانه، وبرأه مما قالوا، فسافر إلى الحجاز، ومعه
يعقوب بن مملوك العلي النانوتوي، وجمع من رهطه
سنة سبع وسبعين فحج وزار وحفظ القرآن في ذلك
السفر، وعاد إلى الهند، وأقام ببلدة «ميرته» برهة من
الدهر، وكان يسترزق بتصحيح الكتب في المطبعة
المجتبائية لممتاز علي خان وكان ببلدة «ميرته» إذ أسس
الشيخ الحاج عابد حسين^(١) الديوبندي المدرسة
الإسلامية بديوبند، فاستحسنها وصار من أعضاء
المدرسة وأيدها حق التأيد، ثم سافر إلى الحرمين
الشريفيين سنة خمس وثمانين فحج وزار ورجع إلى
الهند وسكن بميرته.

وله مشاهد عظيمة في المباحثة بالنصارى والآرية،
أشهرها المباحث التي وقعت ببلدة «شاهجهانپور» سنة
ثلاث وتسعين وأربع وتسعين فناظر أخبار النصارى

وعلماء الهنادك غير مرة، فغلبهم وأقام الحجة وظهر فضله في المناظرة، فصلها الشيخ فخر الحسن الكنگوهي في كتابه «انتصار الإسلام» وفي «گفتگو مذهبى» وفي «مباحثه شاهجهانپور» وغيرها من الرسائل.

ومن مصنفاته: رساله عجيبه في الهنديه سماها «عبد نما» وله «تقرير دلپذير» و «آب حياء» و «حجة الإسلام» و «الدليل المحكم» و «هدية الشيعة» و «تحذير الناس»

(١) هذا ما ذكره المؤرخون، ويستفاد من كتاب «سوانح قاسمي» للشيخ مناظر أحسن الكيلاني رحمه الله: أن الحاج عابد حسين كان قد تفاهم مع مولانا محمد قاسم واتفق معه على تأسيس هذه المدرسة وأخبره بذلك في «ميرٲه» وطلب منه أن يأتي إلى «ديوبند» ويفتح التعليم، فاختار مولانا محمد قاسم الملا محمود الديوبندي مدرساً للمدرسة وعين له راتباً شهرياً مقداره خمس عشرة روبية، فجاء إلى ديوبند وافتتح التعليم في مسجد جهته، وهكذا كانت بداية مدرسة ديوبند التي أصبحت بعد مدة كبرى المدارس الهندية، وبعد مدة قليلة قدم مولانا محمد قاسم إلى ديوبند وتولى أمر المدرسة ووضع أساس بنائها المستقلة» - (الندوي).

و «الحق الصريح في بيان التراويح» و «تصفية العقائد» و «اللطائف القاسمية» و «التحفة اللحمية» و «قاسم العلوم».

مات يوم الخميس لاربع خلون من جمادى الاولى سنة سبع وتسعين ومئتين وألف بديوبند، كما في رسالة الشيخ يعقوب بن مملوك العلي النانوتوي^(٢).

ترجمہ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نانوتہ میں ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش صدیقی تحصیل علم کے لئے نو عمری میں آپ پہلے سہارنپور گئے اور وہاں مولانا محمد نواز سہارنپوریؒ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر دہلی کا سفر کیا اور وہاں حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے باقی تمام درسی کتب پڑھیں پھر حضرت مولانا عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے تصوف و طریقت میں حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت اختیار کی ان کی صحبت میں رہے اور ان سے بہت کچھ فیوض حاصل کئے اس کے بعد دہلی ہی میں حضرت مولانا احمد علی

سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مطبع احمدیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے ان دنوں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ صحیح بخاری کی تصحیح اور اس پر حاشیہ لکھنے میں مصروف تھے انہوں نے صحیح بخاری کے آخری پانچ اجزاء کی تصحیح اور تحشیہ کا کام حضرت مولانا محمد قاسم کے سپرد کیا اجزاء خاصے مشکل ہیں خصوصاً وہ مقامات جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض وارد کئے ہیں لیکن حضرت نے یہ کام پوری محنت سے کیا اور مذہب حنفی کی خوب مدلل تائید کی اور اس کا حق ادا کر دیا۔

آپ بہت ہی زیادہ زاہد اور عبادت گزار تھے ذکر اور مراقبہ کا بہت ہی کثرت سے اہتمام کرتے اور علماء فقہاء کے علامتی لباس یعنی عمامہ اور جُبَّہ وغیرہ سے پرہیز کرتے تاکہ آپ لوگوں پر مخفی رہیں اس زمانہ میں آپ کوئی فتویٰ دیتے نہ ہی کوئی وعظ کہتے بلکہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر اور مراقبہ میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہتے یہاں تک کہ ان کی برکت سے آپ پر حقائق و معارف کے دروازے کھل گئے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور ان الفاظ میں آپ کی مدح کی کہ میاں قاسم جیسے لوگ صرف سابقہ زمانوں میں ہی پائے جاتے

تھے پھر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے
شادی کی اور حضرت مولانا منظر کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے
مجبور کرنے پر وعظ کا سلسلہ شروع کیا اور اس کو بھی خوب
عہدگی سے کیا۔

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی وجہ سے
جب آپ پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کا الزام
لگا تو آپ کچھ عرصہ لوگوں سے چھپے رہے لیکن پھر خود ہی اپنی
پوشیدگی ختم کر دی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو اس شر
سے نجات دی اور الزام سے بری کر دیا۔

۱۲۷۷ھ میں آپ نے حج اور زیارت نبوی کے لئے حجاز
کا سفر فرمایا آپ کے ساتھ مولانا یعقوب بن مملوک علی رحمۃ
اللہ علیہ اور خاندان کے کچھ لوگ تھے اسی سفر میں آپ نے
قرآن پاک حفظ کیا۔

حج وغیرہ سے فراغت کے بعد آپ ہندوستان واپس
تشریف لائے اور ایک عرصہ تک میرٹھ میں رہے جہاں
مہتاز علی خان کے مطبع مجتبیٰیہ میں کتابوں کی تصحیح اجرت
پر کرتے تھے۔

آپ میرٹھ ہی میں تھے جب حضرت حاجی عابد حسین
صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں مدرسہ اسلامیہ
کی بنیاد رکھی آپ نے اس کو مستحسن اقدام سمجھا اور مدرسہ کے
اراکین میں شامل ہو گئے اور اس کی خوب مدد کی۔

عام طور سے مؤرخین نے ایسے ہی ذکر کیا ہے لیکن
مولانا مناظر حسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سوانح قاسمی
میں ہے کہ حضرت حاجی عابد حسین صاحب اور حضرت مولانا
قاسم نانوتوی کی باہمی افہام تفہیم کے بعد اس مدرسہ کی
تأسیس پر اتفاق ہوا اور حضرت میرٹھ میں تھے جب حضرت
حاجی عابد حسین صاحب نے اس کی تأسیس کی خبر دی اور
دیوبند آنے اور تعلیم شروع کرانے کے لئے بلایا آپ نے
مولانا محمود دیوبندی کو پندرہ روپے ماہوار پر مدرسہ کا
مدرس مقرر کیا وہ دیوبند آئے اور چھتہ کی مسجد میں تعلیم
شروع کی۔ یہ مدرسہ دیوبند کی ابتداء تھی جو بعد میں ہندوستان
کا سب سے بڑا مدرسہ بنا کچھ عرصہ کے بعد خود مولانا محمد قاسم
صاحب بھی دیوبند تشریف لائے اور مدرسہ کی تولیت اختیار
کی اور مدرسہ کی عمارت کی مستقل بنیادیں رکھیں۔

۲۸۵ھ میں آپ دوبارہ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج و زیارت کے بعد وطن واپس لوٹے اور میرٹھ میں سکونت اختیار کی۔

عیسائیوں اور آدیوں سے آپ کے عظیم الشان مناظرے ہوئے جن میں سے سب سے مشہور وہ مناظرہ ہے جو شہر شاہجہان پور میں ۱۲۹۲ھ اور ۱۲۹۴ھ میں ہوا۔ عیسائی پادریوں اور ہندو پنڈتوں سے کئی مرتبہ مناظروں کی نوبت آئی اور ہر مرتبہ آپ ہی غالب رہے۔ آپ نے دین اسلام کی حجت ثابت کر دی۔ مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں انتصار الاسلام اور گفتگوئے مذہبی اور مباحثہ شاہجہانپور میں اور دیگر رسائل میں ان مناظروں کی تفصیل بیان کی ہے۔

آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔ ۱۔ قبلہ نما۔ ۲۔ تقریر دلیذیر ۳۔ آب حیات۔ ۴۔ حجت الاسلام۔ ۵۔ دلیل محکم۔ ۶۔ ہدیتہ الشیعہ۔ ۷۔ تحذیر الناس۔ ۸۔ الحق الصریح فی بیان التراجع ۹۔ تصفیۃ العقائد۔ ۱۰۔ لطائف قاسمیہ۔ ۱۱۔ تحفہ الحمیہ۔ ۱۲۔ قاسم العلوم۔

۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ بروز جمعرات آپ کی وفات ہوئی اور دیوبند میں دفن ہوئے۔

اقتباس حدائق الحنفیہ

حدائق الحنفیہ : مؤلف مولانا فقیر محمد جہلمی، سن تالیف

۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء)

”حدائق الحنفیہ“ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حضرات علماء و فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اردو زبان میں نہایت مستند و مشہور تذکرہ ہے۔ اس وقت مطبع تانی منشی نو لکھنؤ کا چھپا ہوا نسخہ پیش نظر ہے یہ 22×29 سائز کے ۴۹۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ قاضی مؤلف نے خاتمۃ الکتاب میں اپنے مختصر حالات تحریر فرمائے ہیں۔

مولانا فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش ۱۲۶۰ھ میں موضع جتن میں جو شہر جہلم (پنجاب) سے دو میل کے فاصلے پر بجانب

غرب واقع ہے۔ پیدا ہوئے آپ نے اپنے زمانہ کے علماء
اجل سے تعلیم پائی۔ چند اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:
(۱) صدر الافاضل حضرت مولانا مفتی محمد صدر الدین آزاد
صدر الصدور دہلی تلمیذ سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز
محدث دہلوی قدس سرہ۔

(۲) فقیہ اجل مولانا نور احمد جہلمی تلمیذ فاضل محدث
کامل حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیراٹوی صاحب مکہ۔

(۳) فقیہ فرید الدہر حضرت مولانا کریم الہی لاہوری المتوفی

۱۲۸۲ھ۔

(۴) علامہ وقت حضرت مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری،
خطیب جامع مسجد شاہی لاہور (م ۱۲۹۶ھ) عدالت الحنفیہ
میں مولانا جہلمی نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
کا ذکر نہایت حقیقت پسندانہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

مولوی محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش
بن علامہ الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی
ہاشم نانوتوی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ نام تارخی آپ کا
خورشید حسین ہے۔ علامہ عصر فہامہ دہر۔ فاضل متبحر، مناظر
مباحث، حسن التقرير، ذہین معقولات کے گویا پتلے تھے۔ آپ
لڑکپن ہی سے ذہین، طباع، بلند ہمت، تیز، وسیع حوصلہ،

جفاکش جبری تھے۔ مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ
 اول رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔ خط اس
 وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ
 تھا۔ اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے۔
 چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کئے۔ عربی آپ کو شیخ نہال احمد
 نے شروع کرائی۔ پھر آپ سہارنپور میں اپنے تانا کے پاس چلے
 گئے اور وہاں مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کی کتابیں
 پڑھیں۔ ۱۲۶۰ھ میں مولوی مملوک العلی کے پاس دہلی میں جا
 کر تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو شاہ عبدالغنیؒ
 محدث سے پڑھا۔ جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چندے
 مدرسہ عربی سرکاری واقع دہلی میں مدرس رہے۔ پھر مطبع احمدی
 میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے، اور تحشیہ و تصحیح بخاری شریف
 کا کام سارا انجام دیا۔ آپ کا قول ہے کہ بایام طالب علمی میں
 خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں
 اور مجھ میں سے ہزاروں منبریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں۔ جناب
 والد سے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض
 بکثرت جاری ہوگا۔ ۱۲۷۷ھ میں حج کیا اور دیوبند کے عربی
 مدرسہ کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ میں پھر حج کو
 چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی میں واپس آکر تدریس و

تنتشیر علوم میں مشغول ہوتے۔ سب کتابیں بے تکلف پڑھانے
اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سُننے
نہ سمجھے اور عجائب و غرائب تحقیقات ہر فن میں کرتے جس
سے تطبیق اختلافات اور تحقیق ہر مسئلہ کی یخ و بون تک ہو
ہو جاتی تھی۔ پادری تارا چند کو آپ نے مباحثہ میں ساکت کیا۔
۱۲۹۳ھ میں چاندپور ضلع شاہجہان پور میں جو تحقیق مذہبی
کا ایک میلہ قائم ہوا تھا۔ اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع
ہوئے تھے۔ اس میں آپ نے ابطالِ تثلیث و شرک
اور اثباتِ توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف
و موافق مان گئے۔ ۱۲۹۴ھ میں پھر اس میلہ میں پنڈت دیانند
سرسوتی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا
بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ
کام نہ تھا۔ پھر عیسائیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور عیسائی
ایسے بے سرو یا بھاگے کہ ٹھکانہ نہ معلوم ہوا۔ حتیٰ کہ اپنی بعض
کتابیں بھی بھول گئے۔ ان مباحثوں کا حال آپ نے ایک رسالہ
میں مرتب کیا اور اس کا نام حجۃ الاسلام رکھا اسی سال آپ
پھر حج کو تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو تپ میں مبتلا
ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے۔ اسی اثنا میں دیانند سرسوتی
نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبالِ قبلہ پر اعتراض کرنا شروع

کئے۔ جس کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما "تم تصنیف
کیا۔ یوم پنج شنبہ ظہر کے وقت ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ میں
ذات الجنب اور تنپ کے عارضہ سے وفات پائی۔ اور قصبہ
نالوتہ (نالوتہ نہیں دیوبند) میں دفن کئے گئے۔ "مباحث روشن
نفس" آپ کی تازخ وفات ہے ۱۲۹۷ھ۔ آپ سے مولوی
محمود حسن دیوبندی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن
امروہی وغیرہ نے پڑھا۔ (حدائق الحنفیہ ص ۹۲)

اقتباس سفینہ رحمانی

”سفینہ رحمانی“ ۱۸۸۴ء میں مطبع نو لکشتور لکھنؤ میں پہلی بار طبع ہوا۔ سرورق پر کتاب اور مؤلف کتاب کا نام یوں تحریر ہے :

سفینہ رحمانی مصنفہ یکہ تاز میدان نغز گفتاری، جادو بیان، شیریں کلام، حلاوت بخش کام جان شکر باری حکیم فطانت عظیم، ناظم و ناشر، سراپا دانش و غیرت حافظ عبدالرحمن صاحب متخلص بہ حیرت۔“

یہ کتاب تین سفینوں پر مشتمل ہے :

سفینہ نخستین : در ذکر بادشاہان والا شکوہ،

سفینہ دومی : در حالات درویشان سعادت پروردہ،

سفینہ سومی : در حکایات مختلف فوائد خیر ندرت آمیز۔

سفینہ رحمانی : فارسی نثر کا نہایت عمدہ شاہکار ہے۔

منشی احسان الحق احسن نے "سفینہٴ پر فیض" ۱۲۹۸ھ سے سن تالیف نکالا ہے۔

سائز ۲۰x۲۶ = صفحات : ۱۲۴

فاضل مؤلف "حجۃ الاسلام" حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے فضل و کمال کا شیفۃ و فریفتہ ہے۔ "سفینہٴ رحمانی" کے ۱۱۹ پر یوں عقیدت کے موتی پھماور کرتا ہے :

شیرِ بیشہٴ فضل و کمال۔ بوی دلا ویزِ گلزارِ عشقِ ایزد
ذوالجلال، شمعِ شبستانِ طریقت و شریعت مہرِ سہرِ حقیقت و
معرفت، عالمِ کامل و درجہٴ وسخا و شکِ حاتمِ جناب حضرت
مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ برگزیدہٴ علماء و
سجیدہٴ فضلاء، قصبتہٴ نانوتہ بودہ است۔ منازلِ علوم گونا گوں
و نشیب و فرازِ موز فنوں بوقلموں بقدرِ دمِ ہمت و نیروئی
فرتابِ خدا داد نیکو پیودہ بود۔ اورا کانِ علوم و مخزنِ فنون
باید گفت، آنچہ در توصیفِ او منشی اندیشہ بزرگوار دہجاست
و ہر قدر کہ تعریفش سرانیدہ آید زیبا است۔ براسرارِ تصوف
و صفائیِ باطنی از فیض و رہنمائی حاجی امداد اللہ صاحبِ عبود
وافر داشت۔ و در میدانِ ورع و تقویٰ لوای انا لا غیر
می افراشت۔ تابشِ ذہن و ذکالیش درخشاں تراز برقِ ظف

بود و تقریر دلیزیرش ہرگونہ مشکلات علمی و حکمی را کاشف۔
 آنچہ در ہمہ عمر دیدہ و شنیدہ بود ہمہ محفوظ خاطر بود۔ سینہ اور
 نمونہ لوح محفوظ باید گفت ولایتی آبدار، اندر زدن نصیحتش را
 در رشتہ جاں باید سفت از بس تشریں کلام و عذب البیان
 بودہ و گوئی سبقت از ہمہ علمائے موجودہ زمان رہودہ، بتاریخ
 : بنجم جمادی الاول سنہ یکہزار و دویست و ہفت و نہ ہجری ازین
 کار گاہ کن، فیکون رخت ہستی برداشتنہ را ہی ملک جاوید شد،
 زاد گاہ نالوتہ و آرام گاہ واپس قصبہ دیوبند است۔ ۱۱۹، ۱۲۰
 ترجمہ: بیشہ فضل و کمال کے شیر، گلزار عشق الہی کی خوشبو،
 شبستان طریقت و شریعت کی شمع، آسمان حقیقت و معرفت
 کے خورشید، عالم کامل اور خود بخا میں رشک حاتم جناب حضرت
 مولوی محمد قاسم صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے)
 قصبہ نالوتہ کے برگزیدہ علماء و فضلاء میں سے تھے۔ طرح
 طرح کے علوم کی منزلیں، اور قسم قسم فنون کے رموز اور ان
 کے نشیب و فراز انہوں نے اپنی خدا داد ہمت و استعداد
 سے کامل طور پر طے کیے تھے۔ انہیں کان علوم اور مخزن فنون
 کہنا چاہیے۔ ان کی تو عیف میں منشی فکر و خیال جو بھی لکھے
 بجا ہے۔

اور ان کی تعریف جس قدر بھی کی زیبا ہے۔ حضرت حاجی

امداد اللہ صاحب کے فیض اور رہنمائی سے صفائے باطن اور تصوف کے اسرار پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ اور میدانِ زہد و تقویٰ میں انا و لا غیر، کا علم بلند کیے ہوئے تھے۔ ان کے ذہن و ذکا کی روشنی بجلی سے زیادہ چکا چونداں کی تقریر دلیپذیرہ قسم کی مشکلاتِ علمی و حکمی کو کھول دیتی تھی۔

عمر بھر میں جو پڑھا اور سنا سب سینے میں محفوظ تھا۔ ان کے سینے کو نمونہ لوح محفوظ کہنا چاہیے۔ ان کے پند و نصائح کے آبدار موتی رشتہ جاں میں پرونے کے قابل ہیں۔

نہایت درجہ شیریں کلام، شیریں بیاں تھے اور موجودہ زمانے کے تمام علمائے گوی سبقت لے گئے۔ بتاریخ ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ کو اس دنیائے فانی سے جہانِ باقی کو رحلت فرمائی جائے پیدائش آپ کی نانوتہ اور آخری آرام گاہ دیوبند میں ہے۔

”سفینہٴ رحمانی“ میں جھنجانہ اور کاندھلہ (ضلع مظفرنگر ہند) کے چند مشہور زمانہ بزرگوں کے حالات بھی مرقوم ہیں۔ جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ حضرت مفتی الہی بخش کاندھلویؒ، م ۱۲۴۵ھ
- ۲۔ حضرت شاہ کمال الدین برادر دومی حضرت الہی بخش۔
- ۳۔ حضرت مولانا محمود بخش برادر سومی حضرت الہی بخش

- ۴- حضرت مولانا امام الدین برادر چارمی مفتی الہی بخش۔
۵- حضرت مولانا حکیم محمد اشرف بن مولانا امام الدین؟
(۱۲۱ھ)

- ۶- حضرت حافظ محمد مصطفیٰ شہید از احفاد حضرت الہی بخش
(از مجاہدین حضرت سید احمد شہید؟) (م ۱۲۳۳ھ)
۷- حضرت حافظ حاجی محمد صابر از معاونین حضرت سید احمد شہید؟
۸- حضرت مولوی محمد مظفر حسین کاندھلوی (م ۱۲۸۳ھ)
۹- حضرت مولانا ابوالحسن بن مفتی الہی بخش کاندھلوی،
(م ۱۲۶۹ھ)

- ۱۰- حضرت مولانا محمد نور الحسن بن مولانا ابوالحسن؟ (م ۱۲۸۵ھ)
۱۱- حضرت مولانا حاجی محمد ضیاء الحسن بن مولانا نور الحسن؟
کاندھلوی۔

- ۱۲- حضرت مولانا حکیم محمد ظہور الحسن بن مولانا نور الحسن؟
۱۳- حضرت مولانا محمد اکبر بن حضرت مولانا نور الحسن؟

- ۱۴- حضرت مولانا محمد سلیمان بن مولانا نور الحسن؟
۱۵- حضرت حاجی حکیم محمد مشرف بن حضرت حکیم محمد اشرف
کاندھلوی؟

- ۱۶- حضرت مولانا حاجی محمد اسماعیل جہنجانوی؟
۱۷- حضرت حافظ حاجی عبداللہ بن حافظ محمد صابر صاحب؟

- ۱۸۔ حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری۔
- ۱۹۔ حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ پیر و مرشد
- حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ ماہر مکی۔ (م ۱۲۵۹ھ)
- ۲۰۔ حضرت مولانا عبدالرزاق جھنجھانویؒ (م ۱۲۹۲ھ)
- ۲۱۔ حضرت شیخ عبدالغنی جھنجھانویؒ۔

اقتباس تحفۃ الابرار

کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ موسوم بہ تحفۃ الابرار۔
مؤلفہ مرزا آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ چشتی سلیمانی
شمسی دہلوی پہلی مرتبہ طبع رضوی دہلی سے ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوئی۔
یہ کتاب بزرگان سلاسل اربعہ کے تذکار پر مشتمل ہے۔
جناب مؤلف قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
قدس سرہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

”آپ رؤسائے شیوخ صدیقی قصبہ نانوتہ کے ہیں۔ آپ
کو اجازت ہر چار طریقہ معروف کی حضرت حاجی محمد امداد اللہ
سے تھی اور سند حدیث کی حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ
اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ محققانہ و عارفانہ کلام حقائق و
معارف میں آپ کا تھا اثبات وجودی رطب اللسان تھے۔

توحید شہودی سے بھی انکار نہیں رکھتے تھے۔“

مدفن : دیوبند ضلع سہارنپور بحوالہ انوار العارفین۔

جدول ثانی ص ۱۸۸ باب چشت اہل بہشت۔

اقتباس انوار العارفین

یہ اردو زبان میں بزرگان سلسلہ چشتیہ صابریہ کا مبسوط تذکرہ ہے۔ اس کے مؤلف شیخ طریقت حضرت مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی صابری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔
لقب کا آغاز یوں فرماتے ہیں :

”عاجز گنہگار مسکین خطا شعار مشتاق احمد حنفی چشتی
انبیٹھوی عرض کرتا ہے کہ حضرت مقدم الفضلا۔

فخر العلماء، حقائق آگاہ، معارف دشتگاہ شیخ الاسلام
مولانا محمد انوار اللہ شاہ چشتی قادری حیدر آبادی
شیخ اللہ المسلمین بطول حیات مخلص خلیفہ خاص شیخ
المشائخ قطب زمان خود حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر
چشتی صابری مکی نور اللہ مفتح نے وقت ملاقات
۱۳۳۱ھ ہجری میں بمقام دارالخیرا جمیر صانہ اللہ عن

الفتن والمصبریہ ارشاد فرمایا کہ خاندانِ عالیہ چشتیہ صابریہ کے مشائخ کے حالات ایک کتاب میں مختصر طور پر جمع کرنے چاہئیں کیونکہ اس سلسلہ کے متاخرین مشائخ اور اولیاء کا ذکر خیر جیسا کہ چاہیے اب تک قلمبند نہیں ہوا۔ لہذا یہ عاجز کہ اس سلسلہ شریفہ کے بزرگوں کا نام لیوا اور کفش بردار ہے، حسب ارشاد فیض بنیاد حضرت مولانا ممدوح اپنے معلومات کے مطابق معتبر کتابوں سے حضرات موصوفین کے حالات جمع کرتا ہے۔ وبا للہ التوفیق۔“

”انوار العاشقین“ ۲۰x۲۶ سائز کے ۱۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ تذکرہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) میں مجلس اشاعت العلوم حیدرآباد دکن کے اہتمام سے عثمان پریس حیدرآباد دکن میں پہلی مرتبہ طبع ہوا۔ فاضل مؤلف نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر اپنے زمانے کے مشائخ چشتیہ صابریہ تک کے حالات نہایت تحقیق سے قلمبند کیے ہیں اور حتی المقدور تمام ہی شاخوں کا احاطہ کیا ہے۔ مؤلف مرحوم خود بھی سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے۔ انہیں حضرت حافظ محمد صابر علی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت و خلافت تھی۔ سلسلہ طریقت حسب ذیل ہے:

حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی از حضرت حافظ محمد
صابر علی رامپوری از میاں جی کریم بخش رامپوری (م ۱۳۱۶ھ)
از حضرت مولانا محمد حسن محدث عرف مولانا محمد بخش رامپوری
از حضرت شیخ امام علی رامپوری از حضرت سید شاہ امیر الدین
شاہ آبادی از حضرت مولانا سید غلام علی شاہ مرشد آبادی
از حضرت شاہ محمد حیات سلیمانوی از حضرت شاہ محمد جمال
محبوب الہی ربوئی از حضرت شیخ محمد اعظم جی ربوئی از حضرت
شاہ غریب اللہ اختیار پوری از حضرت شیخ محمد جی گنگوہی از
حضرت شیخ محمد صادق گنگوہی از حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی
از حضرت شیخ نظام الدین تنہا نیسری از حضرت شیخ جلال
الدین تنہا نیسری از حضرت شیخ قطب عالم عبدالقدوس گنگوہی
رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

”مؤلف انوار العاشقین“ نے حضرت قطب الاقطاب
مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی دم
۱۳۱۰ھ کا زمانہ بھی پایا ہے۔ وہ حضرت حاجی صاحب سے
غایت درجہ حسن عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے دیگر مشائخ
کے علاوہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے شیوخ سلسلہ
رحمہم اللہ تعالیٰ کا تذکرہ بھی بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔ حضرت
حاجی صاحب کے دادا پیر حضرت سید عبدالرحیم شہید ولایتی رحمۃ

اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

”آپ افغانستان سے طلب نام مولا میں نکلے۔ پہلے حضرت شاہ رحم علیؒ سے جو مقام پنجلا سے ضلع انبالہ میں مقیم تھے خاندان عالیہ قادریہ میں مشرف بہ بیعت ہوئے اور عرصہ تک ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہے۔ آخر حصول نسبت عشقیہ چشتیہ صابریہ کا شوق غالب ہوا۔ امر وہ پہنچ کر حضرت شاہ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر نسبت چشتیہ کو حاصل کیا اور اس طریقہ علیہ کے سلوک کو پورا کیا اور اپنے بعد اپنا جانشین اور خلیفہ حضرت میاں جی شاہ نور محمد جھانویؒ کو مقرر کیا۔ پھر آپ نے ہمراہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بمقابلہ سکھاں ۱۲۴۶ھ میں ماہ ذی قعدہ کی ۲۷ کو درجہ شہادت کبریٰ سے سرفرازی حاصل کی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ المشائخ حضرت میاں جی نور محمد جھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرامؒ میں حضرت حاجی صاحب کے بارے میں اقتباس ملاحظہ ہو :

”مگر حضرت قبلہ عالم حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا فیض جاری ہوا کہ اکثر ممالک اسلامیہ ہندوستان و عربستان و ترکستان وغیرہ میں آپ کے خلفاء پہنچے اور ارشاد طریقت اور اشاعت اسلام و تعلیم سلوک سلسلہ عالیہ چشتیہ

صابریہ میں مصروف ہوئے۔ ایک عالم کو رنگ دیا۔

حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفار سے بھی گہرے روابط تھے۔ خاص طور پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اور حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ اور دیگر بزرگان دیوبند سے تو انہیں والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ ذیل کا اقتباس انہی جذبات کا آئینہ دار ہے:

”حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفار بے شمار ہر دیار و امصار میں ہیں۔ متاخرین چشتیہ صابریہ میں وہ موجود قیام مکہ معظمہ کے کہ وہاں حاضر ہو کر شہرت کا ہونا نادر ہے) حضرت مدوح کے برابر مشائخ میں سے کسی کو اس درجہ شہرت نہیں ہوئی۔ مجملہ آپ کے خلفار کے حضرت بقیۃ السلف حجتہ الخلف مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ مسلم علماء اور صلحا سے گزرے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفار بھی آج کل مقدس بزرگ اور عالم باعمل مانے جاتے ہیں۔ جیسے مولانا حضرت محمود حسن صاحب دیوبندی صدر مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی عمدہ

مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے
 پوری، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھوی اور حضرت
 مولانا رشید احمد صاحب کے صاحبزادہ مولانا حکیم مسعود احمد
 صاحب خاص گنگوہ میں مولانا کے جانشین اور اوقات کے
 پابند ہیں۔ راقم الحروف ان سے مل کر خوش ہوتا ہے اور جس
 طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب عاجز کے ساتھ نوازش
 و کرم سے پیش آتے تھے اسی طرح حکیم صاحب کمال شفقت
 اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ یہ حضرات تو مولانا کے خلفاء ہیں
 مگر جناب مولوی شاہ ظہور احمد انبیٹھوی کو جو نسبت خاص و
 مقدس حضرت مولانا سے یہ عاجز راقم الحروف پاتا ہے وہ فنا فی
 الشیخ کے درجہ سے کم نہیں۔ لہذا یہ بدرجہ اولی خلافت کے لائق
 ہیں۔ بَارَكَ اللهُ فِي عُمْرِهِمْ وَصَلَّاهُمْ۔ حاجی وارث حسن صاحب
 بھی حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے عمدہ خلفاء ہیں اور
 مشائخانہ طریقہ اور لباس صوفیانہ رکھتے ہیں۔ حضرت مکرئی مولانا
 اشرف علی صاحب نقانویؒ سے عالم و جاہل دونوں کو فائدہ
 پہنچتا ہے۔ روایات صحیحہ اور مضامین عالیہ نہایت آسان عبارت
 میں بیان فرماتے ہیں۔ بڑے قادر الکلام ہیں۔ زبردست مصنف
 ہیں۔ صد ہا کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اپنی تمام عمر میں جہاں

ایک ہمیں معلوم ہے، بوجہ کس نفسی اور کمال تواضع کے کسی کو اپنا
 خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ بیعت بھی حضرت قبلہ عالم حاجی صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نیابتہ کرتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ کے عشق اور محبت میں فنا تھے۔ کمالات امدادیہ میں
 نقل کیا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
 کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتا ہے۔
 چنانچہ شمس تبریز کے واسطے مولانا رومی کو لسان بنایا تھا اور
 مجھ کو مولانا محمد قاسم، لسان عطا ہوئے ہیں اور جو میرے قلب
 میں آتا ہے، مولوی صاحب اس کو بیان کر دیتے ہیں میں بعض
 اصطلاحات نہ جاننے سے اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ عاجز راقم
 الحروف عرض کرتا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں یہ عاجز ایک دفعہ
 حضرت مخدوم العالمین خواجہ سید مخدوم علی احمد صابر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا تو اس
 وقت حضور مخدوم مولانا قاسم نانوتویؒ کی صورت میں نظر آئے اور
 حضرت عارف باللہ شیخ توکل شاہ صاحب مجددی (انبالوی)
 رحمۃ اللہ علیہ نے عاجز سے فرمایا تھا کہ میں نے ایک دفعہ خواب
 دیکھا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا رہے
 ہیں۔ مولانا محمد قاسم تو جہاں پائے مبارک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں اور میں بے اختیار بھاگتا ہوں
 کہ حضور کے پاس پہنچوں، چنانچہ میں آگے ہو گیا۔ (انوار العاشقین ص ۸۲ تا ۸۸)

اقتباس شمس العارفین

یہ تذکرہ مقبول المطالع ہر دوئی (ہند) میں پہلی مرتبہ چھپا۔
سرورق پر یہ مضمون تحریر ہے:

”در حالات بابرکات اولیائے کاملین و فقہار و
محدثین الموسوم ”شمس العارفین“ مؤلفہ سراج المحققین،
زبدۃ السالکین عمدۃ العارفین مقتدی متقدمین، مقتدائے
متاخرین، محی الملتہ والدين حضرت مولانا حافظ شاہ محمد
سراج الیقین ادام اللہ فیضانہ۔

آغاز کتاب میں حضرت مؤلف تحریر فرماتے ہیں:
”فقیر محمد سراج الیقین عفی عنہ کہتا ہے کہ اپنے خاندان
عالیہ قادریہ رزاقیہ چشتیہ کے یہ دونوں شجرے جن میں
مشائخ طریقت اور اولیاء اللہ کے اسماء گرامی مندرج
ہیں لکھ کر چند علماء اعلام اور اولیاء عظام کے اسماء مبارکہ

اور ان کا مختصر تذکرہ بطور یادگار و حصول برکات
ان اوراق میں درج کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے
اور اپنے مقبولانِ درگاہ کے زمرہ میں مجھے بروز یوم
النشور محشور فرمائے۔“

”شمس العارفین“ زیر نظر نسخہ عاجز راقم سطور نے مکرری و
محترمی جناب مولانا وکیل احمد صاحب شروانی استاذ جامعہ
اشرفیہ کے کتب خانے سے حاصل کیا ہے۔ یہ نسخہ بہتر کہ حضرت
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ کے کتب خانہ
سے یہاں منتقل ہوا۔ جناب مؤلف کی ایک قلمی تحریر جو کتاب کے
آخر میں ہے سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے خود یہ نسخہ حضرت
حکیم الامت تھانویؒ کی خدمت میں ہدیۂ ارسال کیا تھا۔ تحریر
ملاحظہ ہو:

”حضرت مولانا و مقتدا نامہ ظلہ العالی،
علینا السلام علیکم۔“

یہ عاجز ڈھائی سال کے عرصہ سے سخت حالت
علاّت میں گرفتار ہے اور مرض درد سینہ کا ہے جب
شدّت سے درد ہوتا ہے اس وقت اُمید زندگی منقطع
ہو جاتی ہے اور خفت کے ساتھ درد ہمہ وقت موجود
رہتا ہے۔ فقیہ کی زندگی اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھا رہی

ہے کچھ کم انسٹی برس کے سن میں ہوں۔ با اُمیدِ نجات
 و مغفرت و سیلۃ دارین سمجھ کر یہ کتاب مستطاب
 تالیف کی ہے۔ کیا عجب ہے کہ بعنایت الہی اس
 کی برکت سے اس عاصی پر معاصی کا خاتمہ بالآخر ہو
 جائے۔ اُمیدوار ہوں کہ اول تا آخر ایک نظر ملاحظہ فرمائی
 جائے۔ فیر کی خوشنودی اور خیر و برکت کا باعث ہو گا۔

فقط والسلام مدعا تمام

معروضہ فقیر محمد سراج الیقین عفی عنہ۔

شمس العارفین ۱۳۳۳ھ میں طبع ہوا۔ حکیم سید سعید احمد ناطق
 بلگرامی ثم الکھنوی نے "اذکار عارفیہ سے تازہ نسخ طبع نکالی ہے۔
 تذکرہ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ سائز ۲۶×۲۰

حضرت شاہ سراج الیقین رحمہ اللہ نے نہایت آسان اردو
 میں یہ جامع تذکرہ مرتب فرمایا ہے حضرت ممدوح خود بھی عالی
 نسب اور صاحب سلسلہ شیخ طریقت تھے۔ وہ حضرت شاہ محمد
 حمدانی کرسوی رحمہ اللہ کے فرزند و جانشین اور حضرت شاہ نجات
 اللہ محب صادق قادری کرسوی قدس سرہ کے پوتے تھے اس
 طرح آپ کا سلسلہ حضرت مخدوم شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس
 سرہ کے واسطہ سے حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم محی الدین
 ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ نیز

سلسلہ عالیہ چشتیہ آپ کا حضرت قطب عالم سید اشرف جہانگیر
 سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔ الغرض حضرت شاہ
 سراج الیقین حسباً و نسباً جامع صفات بزرگ تھے۔ انہوں نے
 ”شمس العارفین“ میں متقدمین و متاخرین کے علاوہ اپنے معاصرین
 کے حالات بھی تحریر فرمائے ہیں جن سے ان کے صائب الرائے
 ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بزرگان دیوبند
 سے بغایت درجہ تعلق خاطر رہا۔ خصوصاً حجت الاسلام حضرت
 مولانا محمد قاسم نانوتویؒ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد
 گنگوہیؒ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ذکر
 مبارک انہوں نے نہایت ہی محبت و عظمت کے ساتھ کیا ہے۔
 حضرت حجت الاسلام کو ان الفاظ میں یاد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔
 ”منبع العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی
 قدس سرہ۔“

آپ اجمیر اور مشاہیر علمائے دیوبند میں ہیں اور
 حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ
 کے اعظم خلفاء میں ہیں۔ علوم درسیہ آپ نے حضرت
 مولانا مملوک العلی صاحب سے تحصیل کیے اور علم
 حدیث حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی

سے پڑھا آپ کے تجربہ اور کمال علمی کی کوئی حد نہ تھی۔
 تقریر اور تحریر آپ کی اپنا مثل نہیں رکھتی ہے اور
 ایک موحزن چشمہ معلوم ہوتی ہے اور افاغہ باطنی
 ہے حضرت حاجی صاحب کا حضرت حاجی صاحب
 قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض
 بندوں کو ایک لسان یعنی زبان عطا فرماتے ہیں۔
 چنانچہ حضرت شمس تبریزؑ کے واسطے مولانا رومیؒ کو
 لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولوی محمد قاسم صاحبؒ
 لسان عطا ہوئے۔ جو واردات میرے قلب میں ہوتے
 ہیں مولوی صاحب ان کو اپنی تقریر میں ادا کرتے ہیں۔
 جس شخص نے مولانا محمد قاسم صاحب کی تقریر سنی
 ہوگی یا تحریر دیکھی ہوگی وہ سمجھ سکتا ہے کہ کس معدن
 سے یہ علوم اور اسرار و حقائق آرہے ہیں۔ آپ
 صاحب تصانیف عالیہ ہیں اور آپ کے مناظروں
 کی تقریریں بھی چھپی ہیں جن میں عجیب و غریب تحقیقات
 علمیہ اور نکات عجیبہ اور مضامین رفیعہ پائے جاتے
 ہیں درحقیقت ایسا فاضل متبحر اور عالم محقق اس زمانہ
 میں کوئی نہیں گذرا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس پایہ
 کے لوگ کہیں صدیوں کے بعد ہوتے ہیں۔ آپ

نہایت پاکیزہ اخلاق اور منکسر المزاج تھے اور لباس
نہایت سادہ اور معمولی موٹا استعمال فرماتے تھے۔

اور صفت قناعت بھی بدرجہ کمال آپ میں موجود
تھی۔ ہمیشہ معمولی تنخواہ پر بس فرمائی اور بڑی بڑی
تنخواہوں کی توکریوں کو پسند نہیں فرمایا۔ مدرسہ عالیہ
دیوبند میں عرصہ تک آپ کا درس تدریس اور بے
انتہا فیض جاری رہا۔ اکابر علماء آپ کے شاگرد
ہیں۔“ شمس العارفین ص ۷۷، ۷۸

مولانا محمد قاسم نانوتوی

سرسید احمد خان

افسوس ہے کہ جناب ممدوح نے ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری سے بمقام دیوبند انتقال فرمایا۔ زمانہ بہنو کو روایا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد کوئی اس کا جانشین نظر نہ آوے نہایت رنج اور غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دلی کے علماء میں سے بعض لوگ جیسے کہ اپنے علم اور فضل اور تقویٰ اور ورع میں معروف و مشہور تھے ویسے ہی نیک مزاجی اور سادہ وضعی اور مسکینی میں بھی بے مثل تھے۔ لوگوں کو خیال تھا کہ بعد جناب مولوی محمد اسحاق صاحب کے کوئی شخص ان کی مثل تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے اپنی کمال نیکی اور دینداری اور تقویٰ اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کہ اسی ولی کی تعلیم و تربیت کی بدولت مولوی محمد اسحاق صاحب کی مثل اور شخص کو بھی خدا

نے پیدا کیا ہے بلکہ چند باتوں میں اُن سے زیادہ۔

بہت کم لوگ زندہ ہیں جنہوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کو نہایت کم عمری میں دہلی میں تعلیم پاتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے جناب مولوی مملوک علی صاحب مرحوم سے تمام کتابیں پڑھی تھیں۔ ابتداء ہی سے آثارِ تقویٰ اور وریع اور نیک بختی اور خدا پرستی کے ان کی اوضاع و اطوار سے نمایاں تھے اور یہ شعران کے حق میں بالکل صادق تھا۔

ہ بالائے سرش ز ہوش مندی

می تافت ستارہ بلندی

زمانہ تحصیلِ علم میں جیسے کہ وہ ذہانت اور عالی دماغی اور فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے ویسے ہی نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اہل فضل و کمال تھے۔ ان پر جناب مولوی مظفر حسین صاحب کا بندھلوی کی صحبت نے اتباعِ سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہ صاحب کی فیضِ صحبت نے ان کے دل کو ایک نہایت اعلیٰ رتبہ کا دل بنا دیا تھا۔ خود بھی نہایت پابندِ شریعت اور سنت تھے اور لوگوں کو بھی پابندِ شریعت و سنت کرنے میں زاید از حد کوشش کرتے تھے بایں ہمہ ایک عالمِ مسلمانوں کی بھلائی کا بھی ان کو خیال تھا۔ انہیں کی کوششوں

سرسید کی تعزیتی تحریریں مرتبہ اصغر عباس علی گڑھ:

ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۹ء۔

سے علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے نہایت مفید مدرسہ دیوبند میں قائم ہوا اور ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی گئی۔ علاوہ اس کے اور چند مقامات میں بھی ان کی سعی اور کوشش سے مسلمان مدد قائم ہوئے وہ کچھ خواہش پیر اور مُرشد بننے کی نہیں رکھتے تھے لیکن ہندوستان میں اور خصوصاً اضلاع شمال و مغرب میں ہزار ہا آدمی ان کے معتقد تھے اور ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے تھے۔

مسائلِ خلافیہ میں بعض لوگ ان سے ناراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے ہم مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کے کسی فعل کو خواہ وہ کسی سے ناراضی کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا، کسی طرح ہوائے نفسانی یا ضد اور عداوت پر محمول نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام کام اور افعال جس قدر کہ تھے بلاشبہ للہیت اور ثوابِ آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو کہ وہ حق اور بیچ سمجھتے تھے اسی کی پیروی کرتے تھے۔ ان کا کسی سے ناراض ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا۔ کسی شخص کو مولوی محمد قاسم صاحب اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا بُرا نہیں جانتے تھے بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ بُرے کام کرتا ہے یا بُری بات کہتا ہے خدا کے واسطے بُرا جانتے تھے مسئلہ حُبِّ اللہ اور بغضِ اللہ کا خاص ان کے

برتاؤ میں تھا۔ ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں
تھیں ہم اپنے دل سے اُن کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور
ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہے
بلاشبہ نہایت محبت کے لائق ہے۔

اس زمانہ میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اور شاید وہ لوگ
بھی جو ان سے بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے، تسلیم کرتے
ہوں گے کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل شخص تھے۔

ان کا پایہ اس زمانہ میں شاید معلومات علمی میں شاہ عبدالعزیز
سے کچھ کم ہو، الا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا۔ مسکینی
اور نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی اسحاق صاحب
سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا۔ درحقیقت فرشتہ سیرت
اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے اور ایسے شخص کے

وجود سے زمانہ کا خالی ہو جانا۔ ان لوگوں کے لئے جو ان
کے بعد زندہ ہیں، نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔
افسوس ہے کہ ہماری قوم بہ نسبت اس کے کہ عملی طور

پر کوئی کام کرے زبانی عقیدت اور ارادت بہت زیادہ
ظاہر کرتی ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کا یہ کام نہیں ہے کہ
ایسے شخص کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد صرف چند کلمے
حسرت و افسوس کے کہہ کر خاموش ہو رہیں۔ یا چند آنسو آنکھ

سے بہا کر اور رد و مال سے پونچھ کر چہرہ صاف کر لیں بلکہ ان
کا فرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگاری کو قائم رکھیں۔

دیوبند کا مدرسہ اُن کی ایک نہایت عمدہ یادگار ہے اور
سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسی کوشش کریں کہ وہ مدرسہ ہمیشہ
قائم اور مستقل رہے اور اس کے ذریعہ سے تمام قوم کے
دل پر ان کی یادگاری کا نقش جما رہے۔

۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء

اقتباس تذکرہ علمائے ہند

تالیف مولوی رحمان علی مرحوم

المتوفی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء

رحمان علی صاحب مولانا محمد حسین الہ آبادی (خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ) کے مرید تھے اور ان ہی سے اجازت و خلافت تھی۔
تذکرہ علمائے ہند ۱۳۰۵ھ میں انھوں نے فارسی زبان میں لکھنا شروع کیا۔ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء میں مکمل ہوا۔ پہلا ایڈیشن ۱۳۱۸ھ (۱۸۹۴ء) میں نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی، ابن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی ہاشم نانوتوی بہ دوازده صد و چیل و ہشت ہجری لادت یافتہ نام تاریخی وی خوشید حسین است بر حدت طبع وجودت ذہن مجبول شدہ ابتداء از شیخ منال احمد نانوتوی و مولوی محمد نواز سہارنپوری کتب عربیہ و فارسیہ خواندہ بسال دوازده صد و شصت ہجری بدہلی آمدہ کتب درسیہ متعارفہ پیش مولانا مملوک علی نانوتوی مدرس اقل مدرسہ دہلی گذرانیدہ و استناد حدیث بخد مت شاہ عبد الغنی محدث دہلوی کردہ بعد فراغ از تحصیل علوم چندی بدرسہ انگریزی واقع دہلی تعلق گرفتہ و بعد ترک آن تعلق در مطبع احمدی تصحیح کتب مقرر شد و در سن دوازده صد و ہفتاد و ہفت ہجری بزیارت بیت اسد مشرف شدہ دست ارادت بدست ہدایت جناب مولوی و شیخ شیخی حضرت حاجی امداد اللہ تہانوی مہاجر و تریل مکہ معظمہ بسلسلہ چشتیہ صابریہ دادہ مراجعت فرمودہ سرپرستی مدرسہ اسلامہ بذمہ خود گرفت زان بعد و در سال دوازده صد و ہشتاد و پنج ہجری ثانیاً بزیارت بیت اللہ الحرام مبارکات اندوختہ بطن

مالوت باز آئندہ در دہلی بتدریس و تنشیر علوم پرداخت۔ پادری تارا چند را در مباحثہ مذہبی
 ساکت نمود در سال دوازده صد و نود و سہ ہجری بمقام چاند پور ضلع شاہجہا پور نے
 بنام زومیلہ خدا شناسی فراہم شدہ علمای ہر مذہب در ان مجمع ہجہ آمدہ بودند صاحب ترجمہ
 علیہ الرحمۃ علی رؤس الا شہاد ابطال تثلیث و شرک و اثبات توحید نبوی بیان فرمودہ کہ حاضرین طلبہ
 چہ موافق و چہ مخالف ہمہ مہر سکوت بردہاں خود ہا ثبت کردند و بسا کہ دوازده صد و نود و چہار
 ہجری ہا پندت ریائندہ سستی مباحثہ وجود و توحید و با عیسایان گفتگوی تحریف کردہ پندت
 مذکور سر بجیب سکوت فرورد و پادریان عیسائی کتب خود گذاشتہ فراسا برقرار ترجیح دادند
 رسالہ حجۃ الاسلام در نیاب مشہور است و ہمدین سال کرت ثالث زیارت بیت المقدس
 شرف اندوز شدہ مراجعت فرمود برض سببتلا گشت در عین بیماری پندت دیانند مذکور
 در باب استقبال قبلہ بر مسلمانان اعراض کردہ بجوابش رسالہ قبلہ نما تحریر فرمودند و بر تہنئہ
 وقت ظہر چہارم جمادی الاولی سال دوازده صد و نود و ہفت ہجری برض سببتلا
 ذات الجنب رحلت فرمودہ بقصبہ نانوتہ مدفون گردید از تلامذہ و سہ مولوی محمود حسن
 دیوبندی و مولوی فخر الحسن گنگوہی و مولوی احمد حسن امر دہوی مشہور اند و از تصانیف شریفہ
 او کتب ذیل مطبوع شدہ شائع اند۔ مجموعہ رسائل قاسم العلوم۔ مصابیح الترویج۔ آب حیات
 تقریر و پذیر۔ مباحثہ شاہجہان پور۔ ہدیۃ الشیخہ۔ قبلہ نما دیوبند و نانوتہ و وقصبہ شاہجہان پور اند
 ۱۹۶۱ء میں محمد ایوب قادری نے اس کا ترجمہ کیا اور حواشی بھی لکھے۔
 پاکستان بٹاریکل سوسائٹی کراچی نے بار اول شائع کیا۔ یہی مطبوعہ نسخہ پیش
 نظر ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن
 علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی محمد ہاشم نانوتوی،

۱۲۴۸ھ ۳۱-۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے ان کا تاریخی نام خورشید حسین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جدت طبع اور جودت ذہن فطری طور سے ودیعت فرمایا تھا، ابتداء میں شیخ نہال احمد نانوتوی اور مولوی محمد نواز سہارن پوری سے عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۴ء میں دہلی پہنچے، مروجہ درسی کتابیں مولانا مملوک علی نانوتوی مدرس اول مدرسہ دہلی سے پڑھیں اور حدیث کی سند شاہ عبدالغنی محدث دہلوی سے حاصل کی اور تحصیل علوم سے فراغت حاصل کر کے کچھ دنوں مدرسہ انگریزی واقع دہلی سے متعلق رہے۔ پھر اس تعلق کو ترک کر کے مطبع احمدی (دہلی) میں تصحیح کتب کا مشغلہ اختیار کر لیا۔ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۰ء میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ جناب مولوی شیخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر نزیل مکہ معظمہ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مرید ہو کر واپس ہوئے اور مدرسہ اسلامیہ (دیوبند) کی سرپرستی اپنے ذمہ لے لی۔ اس کے بعد ۱۲۸۵ھ ۹۱-۱۸۶۸ء میں دوبارہ حج بیت اللہ کی زیارت کے لیے گئے۔ پھر وطن واپس آئے اور دہلی میں علوم کی تدریس و اشاعت میں مشغول ہو گئے پادری تارا چند کو مذہبی مباحثہ میں خاموش کر دیا۔ ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء میں بمقام چاند پور ضلع شاہجہاں پور میں ایک مجمع کے سامنے جس کا نام میدہ خدا شناسی تھا اور جس میں ہر مذہب کے علماء جمع ہوئے تھے۔ صاحب ترجمہ (مولانا محمد قاسم نانوتوی) نے سب کے سامنے علی الاعلان تثلیث و شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات اس انداز میں فرمایا کہ حاضرین جلسہ چاہے موافق ہوں یا مخالف ہوں سب خاموش و قائل ہو گئے۔

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں پنڈت دیانند سرسوتی (بانی تحریک آریہ سماج) سے وجود و توحید کے متعلق اور عیسائیوں سے تحریف (انجیل) کے متعلق گفتگو ہوئی پنڈت مذکور نے خاموشی اختیار کر لی اور عیسائی پادری اپنی کتابیں تک چھوڑ کر بھاگ گئے اس سلسلہ میں رسالہ حجۃ الاسلام مشہور ہے اسی سال سہ بارہ زیارت بیت الحرام سے مشرف ہوئے۔ واپس ہونے کے بعد بخار میں مبتلا ہو گئے۔ جب پنڈت دیانند مذکور نے استقبال قبلہ کے متعلق مسلمانوں پر اعتراض کیا تو عین حالت بیماری میں اس کے جواب میں رسالہ قبلہ نما لکھا بروز پنجشنبہ وقت ظہر چہارم جمادی الاول ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں تپ اور عرض ذات الجنب کے مرض میں انتقال فرمایا اور قصبہ نانوتہ میں دفن ہوئے۔ ان کے شاگردوں میں مولوی محمود حسن دیوبندی۔ مولوی فخر الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہوی مشہور ہیں۔ ان کی تصنیفات سے مندرجہ ذیل کتابیں طبع اور شائع ہو چکی ہیں مجموعہ رسائل قاسم العلوم، مصابیح تراویح، آبِ حیات، تقریر دل پذیر، مباحثہ شاہجہاں پور، ہدایتہ لشیعہ، قبلہ نما، دیوبند اور نانوتہ شاہجہاں پور کے دو قصبے ہیں۔

(۱) شیخ نہال احمد دیوبند کے ربنے والے تھے۔

(۲) مولوی محمد قاسم نانوتوی نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دست حق پرست پر بیعت جنگ آزاری ۱۸۵۷ء سے قبل کی تھی یعنی جس وقت حضرت حاجی صاحب ہند پاکستان میں موجود تھے اور ہجرت نہیں فرمائی تھی۔

(۳) مولانا محمد قاسم نانوتوی نانوتہ میں نہیں بلکہ دیوبند میں دفن ہوئے۔

(۴) مولانا محمود الحسن ابن مولوی ذوالفقار علی (۱۲۶۸ھ/۲۱-۵۱) میں بانس بریلی (روہیل کھنڈ) میں پیدا ہوئے۔ مولوی ذوالفقار اس زمانہ میں بریلی میں

بلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ مولانا محمود الحسن دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے اور پہلے مدرس ملا محمود تھے۔ ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء میں کنز الدقائق، میبندی اور مختصر المعانی کا امتحان دیا۔ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں ہدایہ، مشکوٰۃ اور مقامات حریری کے امتحان میں شریک ہوئے۔ ۱۲۸۶ھ / ۷۰-۱۸۶۹ء میں کتب صحاح ستہ اور دوسری کتابیں مولانا محمد قاسم نانوتوی سے پڑھیں ۱۲۸۸ھ / ۲۱-۱۸۷۱ء میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ ۱۲۹۰ھ / ۴-۱۸۷۳ء میں دستار بندی ہوئی۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہو گئے۔ ۱۳۰۸ھ / ۱-۱۸۹۰ء میں صدر دارالعلوم مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۳ھ / ۵-۱۹۱۴ء تک دارالعلوم میں علمی اور تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا محمود الحسن کے ممتاز تلامذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا انور شاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ، شاحبھاں پوری ثم دہلوی، مولانا منصور انصاری (محمد میاں)، مولانا حبیب الرحمان، مولانا محمد اعزاز علی امروہوی، مولانا محمد صادق (بانی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ، کراچی) وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مولانا محمود الحسن کی تصنیفات سے حاشیہ ابو داؤد شریف حاشیہ مختصر المعانی، ایضاح الاول، ابواب و تراجم بخاری شریف، جہد المقل و غیرہ ہیں، مولانا محمود الحسن جنگ آزادی کے صف اول کے قائدین میں تھے۔ مولانا محمود الحسن نے دارالعلوم دیوبند کو تحریک آزادی کا ایک اہم مرکز بنا دیا۔ مولانا مالٹے میں قید رہے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۲۰ء کو رہا ہوئے۔ قوم نے شیخ الہند کا خطاب دیا۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل رحلت فرمائی۔

شیخ الہند محمود الحسن کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو:-

(۱) علمائے حق از محمد میاں ص ۱۰۷-۲۲۰

(۲) حیات شیخ الہند از مولوی اصغر حسین دیوبندی (مطبوعہ دیوبند)

(۳) سفر نامہ اسیر مالٹا از مولانا حسین احمد مدنی (مطبوعہ)

(۴) ذاتی ڈائری از مولانا عبید اللہ سندھی (مطبوعہ)

(۵) مولانا احمد حسن بن اکبر حسین ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء میں امرتبہ میں پیدا ہوئے شروع میں مولوی رافت علی، مولوی کریم بخش نخشی، مولوی محمد حسین جعفری سے عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر دیوبند پہنچ کر مولانا محمد قاسم نانوتوی سے اخذ علوم کیا، ان کے اساتذہ میں حکیم امجد علی خاں، مولانا احمد علی سہارن پوری، قاری عبدالرحمان پانی پتی اور مولانا عبدالقیوم بھوپالی وغیرہ شامل ہیں۔ جب حجاز تشریف لے گئے تو مولانا شاہ عبدالغنی مجددی سے حدیث کی سند لی۔ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت درست کی تا عمر مشغلہ تبلیغ و تدریس جاری رہا۔ خورجہ، دہلی اور سنبھل میں درس دیا۔ ایک مدت تک مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد میں صدر مدرس رہے۔ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء سے وطن میں قیام فرمایا اور مدرسہ اسلامیہ عربیہ واقع جامع مسجد میں درس دیا۔ آپ کے مضامین کا ایک مجموعہ ”افادات احمدیہ“ کے نام سے طبع ہوا ہے۔ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو ماثر الکرام جلد سوم (تاریخ امرتبہ)

(۶) مولانا محمد قاسم کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔

(۲) سوانح قاسمی (سہ جلد) مرتبہ مولانا مناظر احسن گیلانی۔

(۳) مباحثہ شاہجہاں پور (مطبوعہ)

(۴) گفتگوئے مذہبی (واقعہ میلہ خدا شناسی) از مولانا محمد قاسم نانوتوی،

مطبع مجتہائی دہلی ۱۲۱۳ھ

(۵) نزہۃ النحوظ جلد ہفتم ص ۳۸۲-۳۸۴

(۶) سفینۂ رحمانی از حافظ عبد الرحمان جہنجانوی ص ۳۸-۴۰، ۱۱۹-۱۲۰

(نول کشور پریس، لکھنؤ ۱۸۸۴ء) (مترجم)

تذکرہ علمای حال

تالیف : حضرت مولانا محمد ادیس صاحب نگرانی

مطبوعہ بار اول : ۱۸۹۷ء

مطبع : منشی نوکشور لکھنؤ

کتاب ”تذکرہ علمای حال“ کی رعایت سے مؤلف ممدوح نے صرف اپنے زمانہ کے موجود علماء کا تذکرہ لکھا ہے لہذا حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا ذکر مبارک اس میں شامل نہیں کیا۔ البتہ ان کے تلامذہ خاص کے ذکر خیر سے کتاب کو زینت دی ہے۔

ملاحظہ ہو۔

۱۔ مولوی سید احمد حسن صاحب:

مدرس اول مدرسہ امروہہ ضلع مراد آباد۔ آپ مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی کے خاص شاگردوں میں ہیں علم معقول میں یدِ طولی رکھتے ہیں آپ کے تلامذہ میں سے مولوی حلیم مظہر الہادی صاحب امروہوی ہیں۔ (ص ۱۰)

۲۔ مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی:

ابن مولوی ذوالفقار علی صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ دیوبند۔ آپ مشہور عالم باعمل و فاضل اجل ہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی کے شاگرد ہیں، آپ کے فہم و ذکاوت و تیزی طبع کا یہ حال ہے کہ جملہ علوم

معتقل و منقول ایسا پڑھاتے ہیں کہ گویا خود اس کے موجد ہیں۔ تقریر نہایت خوش بیانی کے ساتھ فرماتے ہیں فن مناظرہ میں بھی دستگاہ کامل رکھتے ہیں، نہایت متواضع و منکسر المزاج ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ (ص ۸۸)

مولوی حافظ احمد صاحب نانوتوی:

ابن جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکن آپ کا نانوتہ ضلع سہانپور بے حسن خلق و انکسار و دیگر اخلاق حسنہ میں اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم ہیں۔ (ص ۱۰)

۴۔ مولوی حکیم اولاد رسول صاحب:

ابن ناظر شمس الدین صاحب مرحوم۔ ولادت آپ کی بمقام موایمہ ضلع آلہ آباد ۱۲۶۹ھ بارہ سوانختر بجرمی میں ہوئی۔ بدو شعور سے شوق علم ہوا، دس سال کی مدت میں مفتی عبد الرب صاحب و مفتی محمد علی صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی و مولانا محمد یعقوب نانوتوی و مولوی سید احمد صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند سے تمام و کمال علوم مروجہ حاصل کیے۔ سلمہ اللہ تعالیٰ (ص ۱۸)

۵۔ مولوی حکیم سید فخر الحسن صاحب گنگوہی:

آپ قصبہ گنگوہ ضلع سہانپور میں پیدا ہوئے اور مولانا محمد قاسم صاحب کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ فی الحال کانپور میں مطب فرماتے ہیں۔ ابن ماجہ اور ابوداؤد کو آپ نے محشی کیا۔ سلمہ اللہ تعالیٰ (ص ۶۴)

۶۔ مولای سید فدا حسین صاحب محی الدین نگرہی:

مولد آپ کا برونی ضلع مونگیر ہے اور وطن موضع محی الدین نگر ضلع در بھنگہ ہے۔ وقت کے کبار علماء سے آپ نے علم حاصل کیا۔ اور تو ضیح و تلویح و ترمذی شریف و بعض مقامات کتاب ہدایہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی سے حاصل فرمائے۔ طریقت میں بیعت آپ کو حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ سے ہے اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تربیت سے فیض ملا اور خاندان نقشبندیہ وقادریہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مراد آبادی سے آپ کو ارشاد حاصل ہے۔ اب فی الحال مدرسہ امدادیہ نستار سولپور میں حسب الحکم اپنے پیر و مرشد کے طلبہ کو درس دیتے ہیں۔ مولوی محمد یسین صاحب آرومی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ (ص ۶۴)

۷۔ حضرت حاجی حافظ شاہ امداد اللہ صاحب مہاجرنا بن حافظ محمد امین صاحب وطن قدیم آپ کا تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے۔ ولادت آپ کی بائیس صفر روز دو شنبہ ۱۲۳۳ھ بارہ سو تینتیس ہجری میں بمقام نانوتہ ضلع سہارنپور ہوئی۔ علوم متعارفہ میں بلا توسط احد سے خدا نے دستگاہ کامل عطا فرمائی ہے۔ علم وہی حاصل ہے۔ آپ کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ نصیر الدین صاحب دہلوی و حضرت شاہ نور محمد صاحب جھنجھانوی سے ہے زمانہ غدر میں آپ وطن مالوف سے ہجرت فرما کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے

ہمیشہ مشنوی مولانا سے روم کا درس دیا کرتے ہیں۔ آپ کے خلفاء و مریدین
 میں سے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی دام فیضہ و مولانا محمد قاسم صاحب
 نانوتوی و مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی و مولوی عبدالرحمن صاحب
 کاندھلوی و حافظ محمد یوسف صاحب تھانوی و مولوی محمد حسن صاحب پانی
 پتی و مولوی کرامت علی صاحب انبالوی و مولوی محی الدین خان خاطر میسوری
 و مولوی محمد ابراہیم صاحب اجرآوری و مولوی ضیاء الدین صاحب رامپوری
 و مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپور و مولوی محی الدین خان مراد آبادی و
 مولانا حافظ حاجی محمد حسین صاحب آلہ آبادی و مولوی احمد حسن صاحب
 بٹالوی و مولوی نور محمد صاحب نورنگ آبادی و مولوی محمد شفیع صاحب
 نورنگ آبادی و مولوی عنایت اللہ صاحب مالوی و مولوی صفات
 احمد صاحب غازیپوری و مولوی محمد افضل صاحب ولہتی و مولوی سید فدا
 حسین صاحب محی الدین نگری و مولوی اشرف علی صاحب تھانوی و مولوی
 خلیل الرحمن صاحب رڑکوی و مولوی عبدالغنی مرحوم بہاری و مولوی حکیم
 قادر بخش صاحب سہرامی و مولوی رحیم بخش صاحب شیرکوٹی و غیر ہم
 ہیں۔ آپ کے تصانیف منیفہ میں سے غذائے روح، و ضیاء القلوب، و تحفۃ
 العشاق، و جہاد اکبر، و ارشاد مرشد، و درد نامہ غمناک، و جواب ہفت مسئلہ،
 و گلزار معرفت، و رسالہ وحدت و جود مفید خلایق ہیں۔ مفصل تذکرہ آپ کا
 خواہر زادہ فقیر حاجی مولوی محمد احسن نگرامی سلمہ نے رسالہ شمائیم امدادیہ میں
 لکھا ہے۔ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ (تذکرہ علمائے حال ص ۱۶)

اقتباس تذکرۃ العابدین

تالیف : مولانا محمد نذیر احمد دیوبندی

سن تالیف : ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء)

طبع اول : تجارتی پریس علیگڑھ

مولانا محمد قاسم صاحب خلیفہ حاجی امداد اللہ صاحب

ولادت قصبہ نانوتہ ماہ شعبان ویا رمضان ۱۲۴۸ھ

وفات ۴ جمادی الآخر دیوبند بروز جمعرات بعد

نماز ظہر ۱۲۹۷ھ - (ص ۲۷۲)

لہ ذکر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر فی سبیل اللہ فاروقی
تھانوی مکی قدس اللہ سرہ العزیز۔ آپ بہت بڑے شیخ المشائخ امام الطریقہ
کاشف الحقیقت قطب الزمان محبوب خلاق شہرہ آفاق عالم میں ہوئے۔ اور
بہت مخلوق خدا آپ سے فیض یاب ہوئی اور بڑے بڑے مشائخ نے آپ
سے استفادہ کیا۔ اور تمام روئے زمین پر آپ کا فیض پہنچا۔ کوئی ملک ایسا
نہیں معلوم ہوتا کہ جہاں آپ کا خلیفہ نہ ہو اور کوئی بشر ایسا معلوم نہیں ہوتا
کہ جو آپ کے حالات سے واقف نہ ہو آپ عجیب منبع فیوض و برکات تھے۔
میں نے خود مکہ معظمہ میں دیکھا کہ علاوہ صلحائے ہند کے ہمیشہ آپ کے گرد
شام و مصر و روم و دیگر ملک کے برگزیدہ علماء و مشائخ جمع رہتے تھے۔ آپ
اصل رہنے والے تھانہ بھون کے تھے بعد عذر آپ مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے

اور اُسی جگہ بروز چہارم شنبہ ۱۲۔ جمادی الآخر ۱۳۱ھ میں وفات پائی
مزار پر انوار جنت معلیٰ میں ہے، قریب مزار مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب
جنہوں نے ۱۳۰۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کے خلفاء بہت ہیں۔
مگر مشہور خلیفہ آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی سلمہ و حاجی محمد عابد صاحب
دیوبندی سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ و مولوی محمد یعقوب
صاحب رحمہ اللہ و حکیم ضیاء الدین صاحب رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔ مفصل
حالات آپ کے شائع نامہ ادایہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ (ص ۸۲)

اقتباس تذکرہ وصال الجمیل

تالیف : علامہ شاہ محمد جمیل الرحمن حنفی قادری چشتی نظامی رحمہ اللہ

سن تالیف : ۱۳۴۳ھ

مطبوعہ : دہلی

معدنِ علوم مختلفہ مردمیدانِ مناظرہ و مباحثہ

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ

مولانا موصوف عالم فاضل اور مشہور مناظر ہونے کے علاوہ نہایت عابد زاہد قانع متوکل بغایت خلیق واقع ہوئے تھے۔ عربی۔ فارسی۔ نظم و نثر بے ٹکان لکھتے بولتے تھے سیدھے سادھے اتنے تھے کہ آپ کی وضع طرح پر علمیت کا گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ آپ دہلی کے مشہور مطبع احمدی و مجتہائی میں تصحیح و تشریح کتب کا کام کر کے بسر اوقات فرماتے رہے۔ حنفی مذہب چشتی صابری مشرب رکھتے تھے۔ شیخ اسد علی صاحب آپ کے والد کا نام تھا۔ مولانا تلامذہ خاص مولوی مملوک العلی نانوتوی مدرس مدرسہ عربی اور مولانا حافظ قاری حاجی شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلوی نقشبندی خانقاہی المعروف بہ حاجی میان سے تھے۔ مولانا موصوف کو زبدۃ الاولیاء کرام برگزیدہ مخلصان ذوالجلال والا کرام قطب جہاں غوث زمان حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ بروز پنجشنبہ ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ میں ظہر کے وقت بمقام دیوبند آپ نے انتقال فرمایا۔

حیات حضرت نانوتویؒ پر قابل مطالعہ کتابیں

۱ سوانح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

از حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

۲ حیات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

از حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ

اس کتاب کا مسودہ چوری ہو گیا اسلئے شائع نہ ہو سکی

۳ سوانح قاسمی

از حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحبؒ

۴ انوار قاسمی

از مولانا انوار الحسن شیرکوٹیؒ

۵ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حیات اور کارنامے

از مولانا اسیر ادروی

۶ بانی دارالعلوم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر

۷ احوال و آثار حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

از مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی